دنیا کی رغبت ومحبت

عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ فَوَ اللّٰهِ مَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُلْهِيَكُمْ كَمَا اَلْهَتْهُمْ وَفِيْ رَوَايَةِ مُسْلِمٍ وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ ﴾ [البخاری: ٦٤٢٥]

''اللہ کی قسم! مجھے تمہارے فقیر ہو جانے کا ڈر نہیں بلکہ مجھے تمہارے متعلق یہ ڈر ہے کہ تم پر اس طرح دنیا پھیلا کر رکھ دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر پھیلا دی گئی تھی تو وہ اس میں رغبت کرنے لگے۔ جس طرح تم اس میں رغبت کرنے لگو گے تو وہ تم کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے گی جس طرح ان کو غافل کر دیا تھا۔'' مسلم کی روایت میں ہے ''اور وہ تم کو ہلاک کر دے گی جس طرح ان کو ہلاک کر دیا تھا۔''

اعمال وابوابِ خیر

(۲۷)...... عَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُّدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ اَمْرٍ عَظِیْمٍ وَاِنَّہٗ لَیَسِیْرٌ عَلٰی مَنْ یَّسَّرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَیْتَ ثُمَّ قَالَ اَلَآ اَدُلُّکَ عَلٰی اَبْوَابِ الْخَیْرِ اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ وَالصَّدَقَۃُ تُطْفِئُ الْخَطِیْئَۃَ کَمَا یُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَصَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ ثُمَّ تَلَا تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتّٰی بَلَغَ یَعْمَلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّکَ بِرَاْسِ الْاَمْرِ وَعُمُوْدِہٖ وَذِرْوَۃِ سَنَامِہٖ قُلْتُ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَعُمُوْدُہُ الصَّلٰوۃُ وَذِرْوَۃُ سَنَامِہِ الْجِھَادُ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُکَ بِمِلَاکِ ذَالِکَ کُلِّہٖ قُلْتُ بَلٰی یَا نَبِیَّ اللّٰہِ فَاَخَذَ بِلِسَانِہٖ فَقَالَ کُفَّ عَلَیْکَ ھٰذَا فَقُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَاِنَّا لَمُوَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَکَلَّمُ بِہٖ قَالَ ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ یَا مُعَاذُ وَھَلْ یَکُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْھِھِمْ اَوْ عَلٰی مَنَاخِرِھِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِھِمْ ۔ [الترمذی: ۲۶۱٦۔ وصححہ النسائی: ۱۱۳۹۴۔ ابن ماجہ: ۳۹۷۳]

’’حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کردے اور آگ سے دور کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے بہت بڑی چیز کے متعلق سوال کیا ہے مگر یہ اس شخص پر آسان ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ آسان کردے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان المبارک کے روزے رکھو اور بیت اللہ شریف کا حج کرو۔

پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں بھلائی کے دروازے دکھادوں؟ فرمایا: روزہ ڈھال ہے، اور صدقہ اس طرح گناہوں کو ختم کرتا ہے جس طرح پانی آگ کو ختم کردیتا ہے۔ اور کسی شخص کا نصف رات میں نماز ادا کرنا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿ تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ز وَّ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ ج جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ ﴾ [السجدۃ: ۱٦، ۱۷]

’’ان کے پہلو بستروں سے الگ ہوجاتے ہیں وہ اپنے ربّ کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا اس سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کوئی جان نہیں جانتی کہ ان کے لیے کیا کچھ آنکھ کی ٹھنڈک کی چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔ جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں یہ اس کا بدلہ ہے۔‘‘

پھر آپ نے فرمایا کیا میں تم کو اس امر دین کا سر، ستون اور اس کی چوٹی نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ فرمایا: اس کا سر اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کی چوٹی جہاد ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں ان سب کے دارومدار کے متعلق نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: ضرور، اے اللہ کے نبی ﷺ۔ تو آپ ﷺ نے اپنی زبان کو پکڑا اور فرمایا اس کو بند رکھو۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہمارے کلام پر ہمارا مواخذہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا: اے معاذ! تیری ماں تجھے گم کردے۔ لوگوں کو آگ میں اپنے مونہوں کے بل یا اپنے ناکوں کے بل صرف ان کی زبانوں کے کٹے ہوئے الفاظ ہی گرائیں گے۔‘‘

فہرست

اعمالِ صالحہ کا وزن

﴿ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ o فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ o وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ o فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ﴾ [القارعة: ٦ تا ٩]

''تو جس شخص کے وزن بھاری ہوئے تو وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا اور جس کے وزن ہلکے ہوئے تو اس کی ماں ھاویہ ہوگی۔ تجھے کیا معلوم وہ کیا ہے؟ گرم آگ ہے۔''

انسان کا ساتھ دینے والے صرف اعمال ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلٰثَةٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهٗ وَاحِدٌ يَتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَيَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ)) [بخاری: ٦٥١٤۔ مسلم: ٥/ ٢٩٦٠]

''میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں تو دو واپس آ جاتی ہیں اور ایک چیز اس کے ساتھ رہتی ہے۔ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل اس کے ساتھ جاتے ہیں تو گھر والے اور مال تو واپس آ جاتے ہیں مگر اس کا عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے۔''

15 تا 21 فروری 2008ء......(220)......7 صفر المظفر 1429ھ

سفر پر جانے کی دعا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر جاتے تو اونٹ کی پشت پر سیدھے بیٹھ جانے کے بعد تین دفعہ اللہ اکبر کہتے پھر یہ دعا پڑھتے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى . اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا . وَاَطْوِلَنَا بُعْدَهٗ . اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِى السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِى الْاَهْلِ . اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعَثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلِبِ فِى الْاَهْلِ وَالْمَالِ .

ہم کدھر جائیں کہ......

اداریہ — حافظ احمد شاکر

جمہوریت کو مٹی کا ایک ایسا ہیولا کہا جاسکتا ہے جو ہر ڈھالنے والے کی ضرورت کے مطابق ڈھل جانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ دنیا میں جمہوریت کا سب سے بڑا علم بردار اور دعویدار امریکا ہے لیکن وہ جس جمہوریت کو سعودی عرب میں نافذ کرنا اور رواج دینا چاہتا ہے...... جب کہ سعودی عوام اس کے بغیر ہی خوش اور مطمئن ہیں...... وہ جمہوریت...... عددی اکثریت یا عوام کی پسند کردہ قیادت...... اس کو الجزائر میں اس لیے قبول نہیں کہ وہاں کے عوام نے امریکا بیزار ایسی قیادت کا انتخاب کرلیا جو امریکا کو وارے میں نہیں۔ نہ ہی اس کو فلسطین میں حماس کو عوام کا منتخب کرلینا برداشت اس لیے ہوا کہ حماس کو امریکا کا تسلّط تحکم اور تفوق کسی قیمت پر منظور نہیں۔ دوسرے لفظوں میں امریکا نے جونسی جمہوریت کو اپنے وطن میں مقبول خاص وعام بنایا ہوا ہے وہ جمہوریت ملک سے وفاداری، عدلیہ کی بالا دستی، انصاف امریکی عوام...... نہ کہ دوسری اقوام...... کے لیے اور قانون کا عملی نفاذ اس کو کسی اور ملک میں قبول نہیں۔

وطن عزیز میں آج کل انتخابات کا چرچا ہے عبوری اور سابق حکمران اپنی اپنی جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ اور اپنی اپنی جمہوری خدمات کے تذکرے کرتے نہیں تھکتے۔ مفادات...... جو اگرچہ انہیں تک محدود رہے...... اپنی آئندہ کے عزائم وارادوں کی لمبی چوڑی فہرست خوب چھپوا اور بتا رہے ہیں۔ پی، پی، پی اپنی باقی ماندہ عوامی جمہوریت کی لو بجھنے سے بچانے کی کوشش کر رہی ہے۔ میاں نواز شریف عوام نواز جمہوریت کے جھنڈے لہلہا رہے ہیں۔ مجلس عمل اپنے استعمال ہوچکنے کے غم سے شرمندہ ہے وہ بھی عوام میں جا تو رہی ہے لیکن شرمائے اور نظریں جھکائے۔ جماعت اسلامی اپنی غلطیوں کے اعتراف اور معافی کے سہارے عوام میں اپنا وقار بحال کرنے کی سعی کر رہی ہے اللہ کرے کہ وہ کامیاب ہوجائے۔ اور باقی رہے مولانا فضل الرحمٰن بالقابہ تو وہ بنفس نفیس اپنے مفادات اور مقاماتِ استمتاع پر نظریں جمائے چلمن سے لگے بیٹھے ہیں کہ ان کے وعدے کسی اور سے ہیں اور غمزے کہیں اور یعنی حضرت شیخ یوں بھی ہیں اور یوں بھی۔

امریکا بہادر نے پاکستان میں جمہوریت کو جب متعارف کرایا تھا تو اس وقت یہ صرف جمہوریت تھی۔ پھر ایک عوامی دور میں جمہوریت عوامی ہوگئی حتیٰ کہ سوشلزم کو مشرف بہ اسلام کرکے جب اسلامی سوشلزم بنایا گیا تو یار لوگوں کی کوشش سے جمہوریت پر بھی اسلامی جمہوریت کی کلغی سجا دی گئی۔ ۱۹۹۹ء میں ہماری جمہوریت نے ترقی کرتے ہوئے ایک ہی جست لگائی تو وہ حقیقی جمہوریت بن گئی یعنی وہ جو ''حقیقت'' میں امریکا کو مطلوب تھی۔ جمہوریت میں چوں کہ بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے اس لیے حقیقی جمہوریت کی علم بردار حکومت نے بڑی حکمت عملی بلکہ جبر سے ہر نقش کہن...... جو اسلامی اور مشرقی روایات وثقافت کا مظہر تھا...... مٹانے کی ہر تدبیر اختیار کی تاکہ جمہوریت کے عنوان پر مادر پدر آزاد معاشرہ اس قدر عام ہوجائے کہ نام نہاد ترقی سڑکوں پر یعنی میراتھن ریس کی صورت میں نظر آئے کبھی پارکوں میں جشن بہار کے نام لہکتی مٹکتی نظروں کو بھائے اور کبھی قمقموں کی روشنی میں چھتوں پر پتنگوں کے لڑتے پیچ دعوت نظارہ دیں۔

اب سادہ دل عوام حیران بلکہ پریشان ہیں کہ ہم کدھر جائیں کہ ع درویشی بھی ہے عیاری اور سلطانی بھی ہے عیاری۔ کس کو سچا

جانیں، کس کو ووٹ دیں کیوں کہ ہر لیڈر اور سیاست دان ووٹ ہی کو حل المشکلات بتا رہا ہے۔ حالاں کہ دین بتا تا ہے کہ اصلاح کی اصل اور بنیاد مصلح کا ذاتی عمل ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ اپنے اپنے وقت کی جمہوریت کے چیمپئن اور ماضی قریب و ماضی بعید کے حکم رانوں کے سوتنوں جیسے کوسنوں سے آج کل اخبارات بھرے ہوتے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ دین کے نام پر سیاست کرنے والی جماعتوں کی کارکردگی بھی دیگر سیاست دانوں سے مختلف نہیں عوام کے کام آنے والا، ایثار کرنے والا رجل رشید بھی کوئی نظر نہیں آ رہا۔ جس کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خاکم بدہن کہیں یہ سب کچھ اس لیے تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم یعنی عوام اور حکم ران اپنی غلطیوں بلکہ گناہوں کی پکڑ میں تو نہیں آ رہے؟ اس لیے کہ اکبرالکبائر شرک سرعام بلکہ حکومتی سرپرستی میں ہو رہا ہے، کبائر کے جواز کے لیے دلائل تراشے جا رہے ہیں مقتدر طبقے کی طرف سے ہر کم زور اور نہتے پر ظلم ہر روز بڑھ رہا ہے عوام روٹی کے لیے بلک رہے ہیں۔ بیمار دوائیوں کے لیے تڑپ رہے ہیں۔ مہنگائی نے جینا دوبھر کر دیا ہے لیکن کسی فرد یا جماعت کو نہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے کا حوصلہ ہے نہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے کی توفیق اور نہ ہی اس کے حضور توبہ کرنے کا احساس بیدار ہو رہا ہے۔ وطن عزیز میں ہزاروں نہتوں اور بے گناہوں کا ناحق خون، عدوان و سرکشی کی طرف ڈھٹائی سے ہمارے بڑھتے قدم، کفار و مشرکین سے ہماری پیار کی پینگیں، سود جیسے صریح حرام کو حلال کرنے کے لیے ہمارے عقلی حیلے اور شرعی تاویلات! کیا یہ سب کچھ اللہ کے عذاب کو دعوت نہیں دیتے؟ کیا یہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے جرائم نہیں اور ہم ان کا ارتکاب نہیں کر رہے؟ کیا ہمیں ان امور کے گناہ ہونے کا کبھی احساس ہوا؟ اگر ہوا تو کیا ہم نے ان کو چھوڑنے اور ان سے توبہ کرنے کا کبھی سوچا؟ افسوس ناک بات یہ ہے کہ سیاست حاضرہ میں ملوث ہمارے علمائے کرام اور مذہبی جماعتوں کے سیاسی لیڈروں میں سے کسی کی طرف سے کبھی اس موضوع پر کوئی تشویش و فکرمندی سامنے نہیں آئی۔ جس کی بنیادی وجہ یہ کج فکری ہے کہ دین کا نفاذ اقتدار کا رہین منت ہوتا ہے جب کہ دین عمل کا متقاضی ہے اور عمل کے مثبت برگ و بار بہت جلد ہی ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ ہاں بعض بہ ظاہر غیر دینی لیکن دردمند اصحاب دل اور وطن عزیز کے خیر خواہوں کی طرف سے ان ملی کوتاہیوں پر فکرمندی کا اظہار ہو رہا ہے اور قوم کو توبہ و انابت کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش بار بار پڑھنے میں آ رہی ہے۔

بصد ادب واحترام

''زبانِ خلق نقارۂ خدا'' فارسی کا یہ محاورہ اردو زبان میں کثیر الاستعمال ہے۔ یہ محاورہ آج کل اس لیے یاد آ رہا ہے کہ جناب صدر کے بعض سینئر جرنیلوں اور یورپین سیاست دانوں خصوصاً امریکا و برطانیا کے اصحاب علم و ادراک کا یہ تقاضا مسلسل سامنے آ رہا ہے کہ اب جنرل پرویز مشرف مسند صدارت کو خیر باد کہہ دیں تا کہ یہ شخصیات ان کو شاید محفوظ راستہ بھی دلا دیں اور وطن عزیز ان بحرانوں سے بھی نکل سکے۔ ''حقیقی جمہوریت'' کے باعث جنھوں نے اس کو گھیرا ہوا ہے۔ خصوصاً افغانستان کی سرحدوں سے متصل فاٹا کی آبادیوں، علاقائی اور اسلامی اقدار کے حامل قبیلوں میں اپریشن کے نام پر جنگی صورتِ حال ختم ہو سکے۔ اور اب سوات وغیرہ، کہ جہاں کے حالات اب خانہ جنگی کی صورتِ حال کی طرف بڑھ رہے ہیں، کے باعث یہ جنگ اب ہمارے شہروں کی طرف آتی دکھائی دے رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے اور وطن عزیز کو قائم و دائم رکھے۔ کہ اب یہ فتنہ اور آزمائش بہت خطرناک ہو رہی ہے حالات کے تیور یہی بتا رہے ہیں کہ جناب (ر) جنرل پرویز مشرف زبان خلق کو نقارۂ خدا جانتے ہوئے بصد ادب واحترام اس ''منصب جلیلہ'' سے رخصت ہو جائیں کہ ہر پاکستانی یہ چاہتا ہے کہ عزتِ سادات باقی رہنے کو ہی وطن اور اہل وطن کے لیے نیک شگون سمجھا جائے گا۔

صدقہ کی وسعت اور اسلامی عدل کے نمونے

شیخ عمر فاروق

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: کُلُّ سُلَامَی مِنَ النَّاسِ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ، کُلَّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْهِ الشَّمْسُ یَعْدِلُ بَیْنَ النَّاسِ صَدَقَةٌ، وَ تُعِیْنُ الرَّجُلَ فِیْ دَابَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَیْهَا أَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَیْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ، قَالَ: وَالْکَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ: وَکُلُّ خُطْوَةٍ تَمْشِیْهَا اِلَی الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَتُمِیْطُ الْأَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَةٌ۔

[المسلم، رقم الحدیث: ۱۰۰۹]

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: لوگوں کے (جسم کے) ہر جوڑ پر صدقہ ہے ہر دن جس میں آفتاب روشن ہوتا ہے لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کرنا صدقہ ہے۔کسی شخص کی سواری پر اُس کا سامان اتارنا یا رکھنا بھی صدقہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: پاکیزہ گفتگو بھی صدقہ ہے، اور نماز کے لیے ہر قدم جو مسجد کی جانب اٹھتا ہے صدقہ ہے، اور راستے میں ہر تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔''

لغت:

''اَلصَّدَقَةُ'' ہر وہ چیز جو انسان اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے (غربا ومساکین) کو دیتا ہے اور یہی معنی زکوٰۃ کے ہیں۔مگر صدقہ اُسے کہتے ہیں جو واجب نہ ہو اور زکوٰۃ وہ ہے جس کا دینا (ہر صاحب نصاب مسلمان) کے لیے واجب ہو۔

[مفردات القرآن، راغب اصفہانی]

اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کی وسعت پر غور کیجیے کہ ''صدقہ وخیرات'' کو صرف غربا ومساکین، یتامی اور بیوگان وغیرہ تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کا دائرہ معاشرتی زندگی کے بہت سے گوشوں پر محیط ہے۔اور ''صدقہ'' کا اجر وثواب ایک غریب سے غریب شخص بھی حاصل کرسکتا ہے۔لیکن آج ہمارا موضوع اسلامی عدل کے چند نمونے پیش کرنا ہے اور یہ مضمون سابقہ مضمون کی کڑی سمجھ لیجیے۔

''عدل وانصاف'' قائم کرنا اُس ریاست کے لیے بنیادی ذمہ داری ہے جو اسلام کے نام پر معرض وجود میں آئی ہو۔قرآنِ حکیم نے اسلامی ریاست کے لیے ''خشت اوّل'' اس آیہ مبارکہ کو بنایا ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴾ [الحج: ۲۲/ ۴۱]

''(ربّ کریم کا ارشاد ہے) وہ (مسلمان) اگر ہم اُن کو زمین میں (جہاں کہیں بھی) اِقتدار بخشیں (تو وہاں کے حکام) نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ کا نظام بحال کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔''

''اقامۃ صلوۃ'' سے معاشرتی نظم ونسق کی اصلاح ہوگی اور ''نظام زکوٰۃ'' سے معاشی نظم ونسق بہتر ہوگا۔ظاہر ہے کہ معاشرتی اور معاشی طور پر کسی ملک کی بنیادوں کا مضبوط ہونا بہت بڑی کامیابی ہے، اس کے ساتھ ساتھ ''امر بالمعروف'' ہر نیکی کا حکم ہے اور لوگوں کے لیے ہر خیر کا قیام ہے۔اور ''نہی عن المنکر'' ہر برائی کی روک تھام اور ہر ظلم کا استحصال ہے۔جب کسی ریاست سے ظلم وستم کا قلع قمع ہوجائے

گا تو ظاہر ہے کہ وہاں عدل وانصاف کی حکم رانی ہوگی، اور ہر شعبہ زندگی میں صحت اور سلامتی سے کام شروع ہو جائے گا۔

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو انھوں نے حسن بن الحسن بصری رحمہ اللہ کی طرف ایک خط لکھا جس میں اپیل کی کہ مجھے امام عادل کے اوصاف لکھ بھیجیے۔ اس پر حسن بصری رحمہ اللہ نے حسب ذیل مکتوب سیدنا عمر بن عبدالعزیز کو بھیجا جو ہر مسلمان سربراہ کے لیے سرمہ بصیرت ہے، لکھتے ہیں:

''اے امیر المومنین! یاد رکھیے اللہ تعالیٰ نے امام عادل کو ہر کج رو کو سیدھا کرنے اور ہر ظالم کو ظلم سے باز رکھنے کے لیے بنایا ہے۔ امام عادل کو فاسد کے لیے درستی، ضعیف کے لیے قوت، مظلوم کے لیے وسیلہ اور غم زدہ کے لیے اطمینان بہم پہنچانا چاہیے۔ امام عادل اُس شفیق ساربان کی طرح ہے جو اپنے اونٹوں کو عمدہ سے عمدہ چراگاہوں میں چراتا ہے اور ہلاکت کی جگہ سے روکتا ہے۔ نیز اُن کو بھیڑیوں سے بچانا اور سردی یا گرمی کی شدت سے محفوظ رکھنا بھی امام عادل کا کام ہے۔

اے امیر المومنین! امام عادل باپ کی مانند ہے جو بچوں پر مہربان ہوتا ہے، چھوٹے ہوں تو ان کی پرورش کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ بڑے ہو جائیں تو اُن کو تعلیم دیتا ہے۔ جب تک زندہ رہتا ہے اُن کے لیے کمائی کرتا ہے اور مرنے کے بعد اُن کے لیے خاصی دولت چھوڑ کر جاتا ہے۔

اے امیر المومنین! امام عادل اُس شفیق ماں کی طرح ہوتا ہے جو اپنے بچے پر جان دیتی ہے، جو تکلیف ہی میں اُسے پیٹ میں رکھتی ہے اور تکلیف ہی سے اُسے جنتی ہے۔ اُس کی تربیت کرتی ہے، بچہ چونک اٹھے تو وہ بھی جاگ اٹھتی ہے۔ بچہ آرام میں ہو تو وہ بھی آرام کرتی ہے۔ کبھی دودھ دیتی ہے اور کبھی دودھ چھڑاتی ہے۔ بچہ تندرست رہے تو خوش رہتی ہے۔ بچے کو تکلیف ہو تو مغموم ہو جاتی ہے۔

اے امیر المومنین! امام عادل یتیموں کا سرپرست اور مسکینوں کی ڈھارس ہوتا ہے۔ وہ چھوٹے ہوں تو اُن کی تربیت کرتا ہے اور بڑے ہوں تو اُن کے نان ونفقہ کا کفیل ہوتا ہے۔

اے امیر المومنین! امام عادل کو نظامِ اجتماعی میں وہی حیثیت حاصل ہے جو اعضا وجوارح میں دل کو حاصل ہے۔ دل کے درست رہنے سے سارے اعضا درست رہتے ہیں۔ دل خراب ہو جائے تو سارے اعضا خراب ہو جاتے ہیں۔

اے امیر المومنین! امام عادل، اللہ تعالیٰ کا کلام سنتا ہے اور لوگوں کو سناتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتا ہے اور لوگوں کو دکھاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور لوگوں سے کراتا ہے۔ اس لیے اے امیر المومنین! اُن چیزوں کے متعلق جن کا آپ کو اللہ تعالیٰ نے مالک بنایا ہے، ایسے نوکر کی طرح نہ ہو جانا جسے اُس کا آقا امین بنا کر اپنے مال وعیال کی حفاظت پر مقرر کرتا ہے لیکن وہ آقا کے مال کو تباہ اور عیال کو پریشان اور منتشر کر دیتا ہے۔

اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے حدود قائم کر رکھی ہیں تاکہ آپ انہیں سامنے رکھ کر ناپاک اور بری باتوں سے منع کریں۔ پس اگر ان حدود کا حکمران اور والی خود ہی فواحش کا ارتکاب کرنے اور حدود اللہ کو توڑنے لگے تو کس قدر افسوس اور حیف کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ''قصاص'' (معاشرے میں ظلم وستم کرنے والوں سے بدلہ لینے) کو اپنے بندوں کے لیے زندگی کا باعث بنایا ہے پس اگر اُن سے قصاص لینے والا خود اُن کو قتل کرنا شروع کر دے (حکومت کرنے والے خود ہی ظالم بن بیٹھیں) تو کس قدر رنج کا مقام ہے۔

اے امیر المومنین! موت کو یاد رکھیے اور غور کیجیے کہ موت کے بعد کیا کیا واقعات پیش آنے والے ہیں۔ غور فرمائیے کہ اُس وقت آپ کا قبیلہ نہایت قلیل اور آپ کے انصار ومددگار مفقود ہوں گے۔ اس وقت کے لیے اور اُس کے بعد سب سے بڑی گھبراہٹ کے وقت کے لیے زادِ راہ تیار کیجیے۔

اے امیر المومنین! جس گھر میں آپ رہتے ہیں اِس کے علاوہ بھی آپ کا ایک گھر ہے جس میں آپ کو بہت دیر تک ٹھہرنا ہے۔ اس تنگ وتاریک گھر میں آپ کو اکیلا چھوڑ کر تمام دوست واپس آجائیں

گے۔ اُس وقت کے لیے پونجی تیار کیجیے جب ہر شخص اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا۔

اے امیر المومنین! اُس وقت کو یاد کیجیے جب قبروں سے لوگوں کو اٹھا کر اُن کے ''مافی الصدور'' (سینے کے رازوں کا) جائزہ لیا جائے گا اور جب سب بھید کھل جائیں گے اور ہر چھوٹے بڑے عمل کا شمار ہوگا۔

اے امیر المومنین! اب آپ کو مہلت ملی ہوئی ہے۔ یاد رکھیے! جب موت آئے گی تو امیدیں منقطع ہو جائیں گی۔

اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ کے بندوں میں جاہلوں کی طرح فیصلے نہ کرنا اور اُن کے ساتھ ظالموں کا سا رویہ اختیار نہ کرنا۔ کمزوروں پر متکبروں کو مسلط نہ کرنا کیوں کہ وہ مومن بندوں کے ساتھ معاملہ طے کرتے ہوئے کسی عہد یا ذمہ داری کا پاس ولحاظ نہ رکھیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک تو آپ کو اپنے اعمال کا بوجھ اٹھانا پڑے گا دوسرے ظالم اور متکبر گورنروں کے اعمال کے لیے آپ سے باز پرس ہوگی۔ اُن لوگوں سے دھوکا نہ کھانا جو آپ کو عذاب میں ڈال کر گل چھڑیاں اُڑائیں اور آپ کی آخرت کے لیے عمدہ عمدہ غذائیں چھین کر دنیا میں اچھے اچھے کھانے کھائیں۔

اے امیر المومنین! یہ نہ دیکھئے آج آپ کی طاقت کتنی ہے، بلکہ یہ دیکھئے جب آپ موت کے جال میں قید ہوں گے اور جب حی وقیوم کے سامنے پیشانیاں عاجز و درماندہ ہوں گی تو اُس وقت آپ میں کتنی طاقت ہوگی؟

اے امیر المومنین! اگرچہ میں آپ کو اس بلاغت کے ساتھ نصیحت نہیں کر سکا جو مجھ سے پہلے اربابِ علم و دانش کر چکے ہیں۔ لیکن میں نے خیر خواہی اور شفقت میں کوئی کمی نہیں کی۔ اس لیے میرے مکتوب کو کسی ایسے دوست کی کڑوی کسیلی دوا سمجھنا جو شفا کی خاطر دی جاتی ہے،'' والسلام''۔

[اردو ڈائجسٹ ۱۹۸۶ء۔ بحوالہ انمول یادیں حکیم محمد طارق محمود]

مندرجہ بالا امام حسن بصری رحمہ اللہ کا مکتوب گرامی بنام سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ یہ قیمتی نصائح نہ صرف حکام کے لیے ہیں بلکہ اس میں عام لوگوں کے لیے بھی بڑی مفید باتیں درج ہیں۔ آیئے! اب ذرا سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کے چند واقعات پر نظر ڈالتے ہیں۔

سید قطب شہید رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ عہد خلافت، ''خلافت راشدہ'' کا بقیہ تھا۔ یہ ایسی تیز روشنی تھی جس نے پورا راستہ روشن کر دیا۔ آپ نے اپنے عہد کا افتتاح طاقت اور گھمنڈ سے نہیں بلکہ رائے عامہ کی منظوری اور رضامندی سے کیا۔ آپ منبر پر تشریف لائے اور یہ فرمایا:

> ''لوگو! مجھے اس ذمہ داری کی آزمائش میں میری رائے لیے بغیر، بلا طلب اور بغیر مسلمانوں سے مشورہ کیے ہوئے مبتلا کر دیا گیا، میری بیعت کا جو قلادہ تمہاری گردنوں میں پڑا ہوا ہے اُسے میں خود الگ کرتا ہوں اور تم خود کسی کا انتخاب کر لو۔''

لوگ پکار اٹھے: امیر المومنین! ہم آپ ہی کو منتخب کرتے ہیں آپ کی امارت پر ہم سب راضی ہیں۔ اللہ آپ کی امارت کو مبارک کرے آپ صاحب امر رہیے۔

پھر آپ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> ''لوگو! مجھ سے پہلے کچھ حکمران ایسے گزرے ہیں جن کی محبت کو تم نے صرف اس لیے نبھایا کہ اس ظلم کو دفع کر سکو جو بصورتِ دیگر وہ تم پر کرتے۔ آگاہ رہو کہ جب خالق کی نافرمانی ہو رہی ہو، تو مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔ جس نے خود اللہ کی اطاعت کی، اس کی اطاعت کرنا واجب ہوگیا۔ مگر جس نے اللہ کی نافرمانی کی، اُس کی اطاعت نہیں کی جانی چاہیے۔ جب تک میں تمہارے معاملے میں اللہ کی اطاعت کرتا رہوں تم بھی میری اطاعت کرو، مگر جب میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔''

ابتدا ہی سے عدل کی بنیاد اور ظلم کا استحصال:

عنانِ اقتدار سنبھالتے ہی انہوں نے ظلم سے لی ہوئی املاک کی

واپسی کی طرف توجہ کی، اور اس کی ابتدا خود اپنی ذات سے کی، فرمایا: مناسب ہے کہ اپنے سے پہلے کسی اور سے اس کی ابتدا نہ کروں۔ چناں چہ آپ نے اپنی ملکیت کی جو اراضی اور دوسرے سامان تھے، اُن کا جائزہ لیا (اور انہیں ناحق پایا) تو سب کے سب آپ کے قبضہ سے نکل گئے۔ یہاں تک کہ ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی اُس کے نگ کو دیکھا۔ اُسے ولید نے مغربی علاقوں سے آنے والے اموال میں سے بغیر کسی حق کے مجھے دے دیا تھا۔ چناں چہ انگوٹھی کا وہ نگ بھی واپس کر دیا۔ آپ کے پاس جتنی جاگیریں تھیں وہ سب آپ نے واپس کر دیں۔ آپ کے پاس یمامہ میں چند جاگیریں، یمن میں مکیدس (علاقہ) اور جبل الورس اور فدک تھے۔ اِن سب کو آپ نے چھوڑ دیا اور مسلمانوں کو واپس کر دیا، صرف سویدا میں ایک چشمہ کو اپنے پاس رکھا۔ جسے آپ نے اپنی عطا کی رقم سے کھدوایا تھا اس کا منافع ہر سال آپ کے پاس آتا رہتا تھا جو کم وبیش ڈیڑھ سو دینار ہوئے تھے۔

جب آپ نے طے کرلیا کہ آپ کے پاس جو کچھ ہے اُسے واپس کر دیں گے تو حکم دیا اور لوگوں میں منادی کرادی گئی کہ ''الصدۃ جامعۃ'' (یہ گویا کہ لوگوں کو اکٹھا کرنے کا اعلان تھا اور نماز کے بعد امام کا خطبہ سنا جاتا) آپ منبر پر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا: ''اما بعد! ان لوگوں نے ہمیں ایسی چیزیں عطا کی تھیں جن کا لینا ہمارے لیے بالکل مناسب نہ تھا اور نہ ہی ان لوگوں کا ہمیں عطا کرنا ہی جائز تھا۔

یہ اموال میرے قبضے میں آچکے تھے اور اللہ کے سوا کوئی مجھ سے اُن کا محاسبہ کرنے والا نہ تھا۔ آگاہ رہو کہ میں نے اس طرح کے سارے عطایا (تحفے) کی واپسی کا فیصلہ کرلیا ہے۔ اس کی ابتدا میں اپنی ذات اور اپنے گھر والوں سے کرتا ہوں۔

''مزاحم! (دفتری ملازم) تم پڑھنا شروع کردو۔''

اس سے قبل ایک تھیلی حاضر کی جاچکی تھی جس میں متعلقہ کاغذات تھے۔ مزاحم نے ایک ایک تحریر پڑھنا شروع کی، پھر سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اُسے لے لیتے، اُن کے ہاتھ میں ایک قینچی تھی جس سے وہ اُسے تراشتے جاتے یہاں تک کہ ایک کاغذ بھی ایسا نہ بچا جسے آپ نے چاک نہ کرڈالا ہو۔

" مَزَاحِم يَقْرَأُ كِتَابًا كِتَابًا فَيَأْخُذُهُ عُمَر، وَبِيَدِه مَقَصٌّ فَيَقُصُّهُ بِهٖ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ فِيْهِ شَيْءٌ اِلَّا شَقَّهُ ۔"

اِس کے بعد اپنی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک بن مروان کا معاملہ ہاتھ میں لے لیا۔ اُس کے پاس ایک نادر اور نایاب ہیرا تھا جو اُن کو اُن کے باپ نے دلوایا تھا۔ آپ نے اُن سے کہا: ''تم اپنا زیور بیت المال میں واپس کردو، ورنہ مجھے اپنے سے جدا ہوجانے کی اجازت دو، دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلو۔ مجھے یہ بات گوارا نہیں کہ میں اور وہ (یعنی زیور) ایک گھر میں رہیں۔'' انہوں نے کہا: ''امیر المومنین! میں آپ کا انتخاب کرتی ہوں، اس ایک ہیرے کی کیا حقیقت، اس سے کئی گنا زیور ہوتا تو بھی میں آپ ہی کو ترجیح دیتی۔''

" لَا، بَلْ أَخْتَارُكَ يَا امِير الْمُومنين عَلَيْهِ وَعَلٰى اَضْعَافِهٖ لَوْ كَانَ لِيْ ۔"

چناں چہ آپ کے حکم سے اُسے مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دیا گیا۔ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا اور یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا۔ تو اس نے اپنی بہن فاطمہ سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں وہ ہیرا تمھیں واپس کردوں تو اس نیک بخت خاتون نے کیا ہی عمدہ جواب دیا:

" فَاِنِّيْ لَا أَشَاؤُهُ، طِبْتُ عَنْهُ نَفْسًا فِيْ حَيَاةِ عُمر وَارْجِعُ فِيْهِ بَعْدَ مَوْتِهٖ! لَا وَاللّٰهِ اَبَدًا ۔"

''عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں تو میں نے اُسے خوشی خوشی دے دیا، اور اب اُن کی وفات کے بعد اُسے واپس لے لوں۔ اللہ کی قسم ایسا کبھی نہیں ہوگا۔''

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے صرف یہی نہیں کیا کہ اپنے پاس جتنا ناحق مال تھا وہ واپس کر دیا بلکہ مورخین لکھتے ہیں:

کہ وہ بیت المال سے اپنے لیے کچھ بھی نہ لیتے تھے اور فئے (مالِ غنیمت، جنگ سے حاصل ہونے والا مال) میں سے اپنی ذات پر

ایک درہم بھی نہیں خرچ کرتے تھے۔ حالاں کہ اس سے قبل سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ اتنا ہی لے لیا کریں جتنا سیدنا عمر بن الخطاب لیتے تھے تو بھی مناسب ہوگا مگر (اُس نیک دل خلیفہ نے کیا جواب دیا): ''عمر بن الخطاب کے پاس ذاتی مال کچھ نہیں تھا اور میرا حال یہ ہے کہ میرا ذاتی مال ہی میرے لیے کافی ہوجاتا ہے۔''

" اِنَّ عُـمـر ابـن الخطّاب لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ وَأَنَا مَالِىُ يُغْنِيَنِىُ ۔"

آپ نے بنی مروان کو اِس بات پر آمادہ کیا کہ اُن کے پاس جو اموال ناحق تھے۔ انھیں اُن کے اصل مالکوں کو واپس کردیں۔ روایت ہے کہ حمص کا ایک ذمی (غیر مسلم) آیا تھا اور اُس نے کہا: امیرالمومنین! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں، آپ نے کہا کس معاملہ میں؟ اُس نے بتایا کہ عباس ابن ولید بن عبدالملک نے میری زمین غصب کرلی ہے۔ عباس وہیں بیٹھا ہوا تھا، آپ نے اُس سے کہا عباس! کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ''یہ زمین مجھے امیرالمومنین ولید بن عبدالملک نے دی تھی، اس کے بارے میں مجھے ایک تحریر لکھ دی تھی۔ پھر امیرالمومنین ذمی سے مخاطب ہوئے اور پوچھا، اب تم کیا کہتے ہو؟ اُس نے کہا: امیرالمومنین! میں آپ سے کتاب اللہ عزّوجل کے مطابق فیصلے کا مطالبہ کرتا ہوں۔'' اس پر سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: ''ہاں! ولید بن عبدالملک کی تحریر کے مقابلے میں اللہ کا فرمان زیادہ واجب العمل ہے۔'' عباس! تم اُس کو اس کی چیز واپس کردو۔

" نَعَمْ كِتَابُ اللّٰهِ أَحَقُّ اَنْ يُّتْبَعَ مِنْ كِتَابِ الْوَلِيْدِ ابن المَلك، يَا عَباس اُرْدُدْ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ ۔"

چناں چہ انھوں نے وہ زمین اُسے واپس کردی۔

[العدالة الاجتماعية فى الاسلام]

کیا سچ کہا بلبل شیراز نے۔

پادشا ہے کہ طرحِ ظلم فگند
پائے دیوارِ ملکِ خویش بکند
نکند جور پیشہ سلطانی
کہ نیاید زگرگ چوبانی

اس کا اردو اشعار میں کیا خوب ترجمہ کیا گیا ہے:

جو بادشاہ کہ رکھے بنائے ظلم و فساد
وہ اپنے کو کرتا ہے آپ ہی برباد
جو ظلم پیشہ ہو، وہ کیا کرے گا سلطانی
کہ بھیڑیے سے تو ہوتی نہیں ہے پاسبانی

اِن واقعات کو پڑھ کر جب میں اپنے ملک کے حالات دیکھتا ہوں تو دل میں ایک ٹیس اٹھتی ہے کہ میرے غریبوں نے اِس ملک کو اپنے خون سے سینچا تھا۔ مگر ظالم اور حریص سیاست دانوں نے اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ عدلیہ کو بازیچہ اطفال بنا کر اس کا ستیاناس کردیا ہے، جب عدل وانصاف ہی رخصت ہوجائے تو پیچھے کیا رہ جاتا ہے۔ [جاری ہے]



① ...... سونے کی خرید وفروخت میں قیمت سے کھوٹ نکالنا
② ...... فوت شدہ تکبیرات جنازہ کی قضا کا حکم
③ ...... کسی کپڑے یا ٹوپی وغیرہ پر سجدہ کا حکم
④ ...... نبی ﷺ کو بشر کہنا درست ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ خان مدنی صاحب

سوال : دو تولے سونا اگر کسی سنار سے خریدیں تو جب اس سونے کو واپس بیچنا چاہیں تو وہ ایک تولے میں سے تقریباً ایک رتی کاٹ لیتے ہیں۔کیا یہ کاٹ لینا درست فعل ہے؟

جواب : خالص سونا جب سنار سے خریدا جائے پھر اس حالت میں واپس بیچا جائے تو اس سے کاٹ نہیں کاٹنی چاہیے۔تاہم اگر وہ سونا زیور کی شکل میں خریدا ہے پھر وہ فروخت کر دیا جاتا ہے تو بایں صورت سنار کا ٹانا،سونے کی پالش،کھوٹ جو زیور کو پختہ کرنے کے لیے ڈالا جاتا ہے کی کاٹ کاٹتا ہے تو اس کا کوئی حرج نہیں۔اگر وہ کھوٹ سونے کے بھاؤ بیچتا ہے پھر اس کی کاٹ لیتا ہے یہ فراڈ ہے اس سے بچاؤ ضروری ہے۔

سوال : نمازِ جنازہ میں دوسری یا تیسری تکبیر میں ملنے والا آدمی،امام کے ساتھ ہی سلام پھیرے گا یا فوت شدہ تکبیریں پڑھ کر سلام پھیرے گا؟

جواب : جنازہ میں مسبوق تکبیریں مکمل کر کے پھر سلام پھیرے۔صحیح حدیث میں ہے:

" مَا اَدۡرَكۡتُمۡ فَصَلُّوۡا وَمَا فَاتَكُمۡ فَاَتِمُّوۡا ۔"

''یعنی جتنی نماز امام کے ساتھ پاؤ پڑھو اور جتنی فوت ہو جائے پوری کرو۔''

یہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے نمازِ جنازہ کو بھی شامل ہے۔

سوال : کیا سجدہ کے لیے ماتھا ننگا ہونا ضروری ہے؟ نیز اگر پیشانی کپڑے یا ٹوپی وغیرہ سے ڈھکی ہوئی ہو تو سجدہ ہو جائے گا؟

جواب : اصل یہ ہے کہ بحالت سجدہ پیشانی ننگی ہو اور اگر کپڑے یا ٹوپی وغیرہ سے ڈھکی ہو تو سجدہ ہو جائے گا۔تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو المغنی فقیه ابن قدامة ۲/ ۱۹۷ تا ۱۹۹۔ طبع دار عالم الكتب

سوال : ایک بریلوی مولوی صاحب نے خطبہ جمعہ میں مسئلہ بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے،خود نبی کریم ﷺ نے اور کفار نے بشر کہا ہے۔مگر حضور ﷺ کے کسی امتی کے لیے جائز نہیں کہ وہ آپ ﷺ کو بشر کہے۔کیا یہ مولوی صاحب صحیح کہہ رہے ہیں؟ [راشد منیر،لاہور]

جواب : بریلوی مولوی صاحب کا یہ دعویٰ کہ کسی امتی کے لیے جائز نہیں کہ وہ آپ ﷺ کو بشر کہے۔خود ساختہ منطق ہے جس کا کوئی اصل نہیں بلکہ اس کا جواز موجود ہے۔ چناں چہ سنن ابوداؤد میں ہے قریش نے کہا تھا:

ورسول الله ﷺ بشر يتكلم في الغضب والرضا ۔
باب كتابة العلم

یعنی ''رسول اللہ ﷺ بشر ہیں۔خوشی اور ناخوشی میں کلام کرتے ہیں۔مولوی نعیم الدین مراد آبادی بریلوی سورۃ التغابن پر حاشیہ:۱۱ میں لکھتے ہیں: یعنی انہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی اور نافہمی ہے۔ پھر بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پتھر کا خدا ہونا تسلیم کرلیا۔مولوی صاحب دیکھئے عجیب بات ہے آپ کے مفسر اعظم کی۔ رسول اللہ کی بشریت کے قائل نکل آئے ان پر کیا فتویٰ داغیں گے۔اصل بات یہ ہے رسول اللہ ﷺ کا ہماری جنس سے ہونا عظیم شرف ہے جس کا شکر ادا کرنا ہر مومن پر واجب ہے اس احسان کا قرآن نے بار بار تذکرہ فرمایا ہے۔

اللہ رب العزت صحیح طور پر ہم سب کو آپ ﷺ کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین والتوفیق بید اللہ

فــوائد الــصبــر

قاری ذکاءاللہ، حافظ آبادی

ذریعہ اجروثواب:

جو آدمی صبر سے کام لیتا ہے۔ اللہ سے اجر کی امید رکھتا ہے اور راضی بقضائے الٰہی ہوتا ہے اللہ اسے بشارت دیتا ہے کہ اس کا اجر اس کو پورا پورا ملے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [یوسف: ۹۰]

''بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو ڈرے اور صبر کرے تو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾

''جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہوجائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم ضرور انھیں ان کا اجر بدلے میں دیں گے ان بہترین اعمال کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔'' [نحل: ۹۶]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾

''یہ لوگ ہیں جنھیں ان کا اجر دوہرا دیا جائے گا اس کے بدلے کہ انھوں نے صبر کیا اور وہ بھلائی کے ساتھ برائی کو ہٹاتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' [القصص: ۵۴]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾

''اور صبر کر کہ بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' [هود: ۱۱۵]

سلیمان بن القاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کل عمل یعرف ثوابه الا الصبر قال الله عزوجل ﴿ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾

[الزمر: ۱۰ - ابن ابی الدنیاء ج: ٤، رقم الحدیث: ۲۰، ص: ۲٤]

''ہر ایک عمل کا ثواب معلوم ہے سوائے صبر کے اللہ ربّ العزت کا فرمان ہے اور صبر کرنے والوں کو ان کا اجر کسی شمار کے بغیر ہی دیا جائے گا۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۚ وَ لَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴾

''اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے کہ افسوس ہے تم پر اللہ کا ثواب اس شخص کے لیے کہیں بہتر ہے جو ایمان لے آیا اور اس نے اچھا عمل کیا اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھیں جو صبر کرنے والے ہیں۔'' [القصص: ۸۰]

ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوا:

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾ [هود: ۱۱]

''جنھوں نے صبر کیا اور نیک اعمال کیے انہی کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔''

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" عجبا لامر المؤمن ان امره كله له خير وليس ذلك لاحد الا للمؤمن ان اصابته سرّاء شكر فكان خيراً له وَان اصابته ضرّاء صبر فكان خيراً له۔ [مسلم، كتاب الزهد، باب المومن امره كله خير رقم الحديث: ٢٩٩٩۔ ابن كثير، ج:١، البقرة: ١٥٤۔ ابن ابى الدنيا، ج:٤، رقم:٥٣]

''مومن کی کیا ہی اچھی حالت ہے کہ ہر کام میں اس کے لیے سراسر بھلائی ہے۔ اسے راحت ملتی ہے تو شکر کرتا ہے اور اجر پاتا ہے۔ رنج پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے اور اجر پاتا ہے۔''

فوائد:

①......مومن کی پوری زندگی خیر سے عبادت ہے۔ اس کو ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر وثواب ملتا ہے اگرچہ وہ کام بہ ظاہر اسے اچھا معلوم ہو یا برا۔

②......مومن جس کا ایمان کامل ہو اور یقین اور اعتقاد خالص ہو وہ خوش حالی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور تکلیف میں صبر کرتا ہے اس طرح وہ مقام رضا پر فائز ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہر معاملے کا انجام اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔

③......کافر مصیبت کے وقت جزع وفزع کرتا اور ناراض ہوتا ہے اس طرح اس پر دوہرا بوجھ ہوتا ہے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کی قضا پر عدم رضا دوسرا عدم صبر۔

④...... ہر حال میں اجر وثواب صرف اہل ایمان کے لیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں پوچھا تو آپ نے انھیں بتایا کہ

" انه كان عذاباً يبعثه الله تعالى على من يشاء فجعله الله تعالى رحمة للمؤمنين فليس من عبد يقع فى الطاعون فيمكث فى بلد۔ صابراً محتسباً يعلم انه لا يصيبه الا ما كتب الله له الا كان له مثل اجر الشهيد۔ " [رياض الصالحين، باب الصبر، رقم الحديث: ٣٣]

''یہ ایک عذاب تھا جسے اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا نازل فرماتا مگر اب اللہ تعالیٰ نے اسے مومنوں کے لیے رحمت بنا دیا ہے اب جو بندہ طاعون کے مرض میں مبتلا ہو جائے اور وہ اپنے شہر ہی میں صبر کرتے ہوئے ثواب کی امید سے ٹھہرا رہے اور اسے یقین ہو کہ اسے وہی کچھ پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے تو اس کے لیے شہید جتنا اجر ہے۔''

فوائد:

①...... اللہ تعالیٰ کی اس امت پر خاص رحمت ہے کہ جو چیز سابقہ امتوں کے لیے عذاب تھی۔ اسے اس امت کے لیے باعث اجر وثواب اور رحمت بنا دیا۔

②...... بندے کو ہم وحزن، غم یا کسی تکلیف سے جو اجر وثواب ملتا ہے وہ صرف مومن کے ساتھ خاص ہے کسی اور کے لیے یہ تکلیف باعث ثواب نہیں۔

③......طاعون اصل میں سابقہ امتوں پر عذاب کی ایک شکل تھی۔

④......شہادت کا اجر صرف اس تک محدود نہیں جو کسی معرکے میں شہید ہو بلکہ اس اجر میں اور بھی مسلمان شریک ہیں جیسے کوئی شخص طاعون کے مرض سے فوت ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے تو اس کے لیے شہید جیسا اجر ہے۔

⑤......جس شہر میں طاعون کا مرض پھیل جائے تو وہاں کے رہائشی اور مقیم کے لیے وہاں سے نکلنا جائز نہیں بلکہ وہ ثواب کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی رضا وقدر پر راضی ہوتے ہوئے اس شہر میں مقیم رہے۔

⑥...... اسلام چاہتا ہے کہ یہ متعدی امراض جس شہر میں ہوں وہیں رہیں اور یہ دوسرے شہروں میں نہ پھیلیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

" المؤمن الذى يخالط الناس ويصبر على اذاهم

اعظم اجراً من المؤمن الذى لا يخالط الناس وَلا يصبر على اذاهم۔" [مسند احمد: ۵۰۲۲، ج:٤۔ ابن ماجه، ابواب الفتن، باب الصبر على البلاء، رقم الحديث: ٤٠٣٣]

''ایسا مومن جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی تکالیف پر صبر کرتا ہے (یہ) اجر کے لحاظ سے اس مومن سے عظیم ہے جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور نہ ہی ان کی تکالیف پر صبر کرتا۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

" عجبت من قضاء الله عزوجل للمؤمن ان اصابه خير حمد ربه وشكر وان اصابته مصيبة حمد ربه وصبر المؤمن يؤجر فى كل شيء حتى فى اللقمة يرفعها الى فى امراته۔" [مسند احمد، رقم الحديث: ۱۳۸۷، ج:۲، اسناده صحيح]

''مومن کے لیے اللہ ربّ العزت کا کتنا بھلا فیصلہ ہے۔ اگر اسے کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو اپنے رب کی تعریف کرتا ہے اور شکر کرتا ہے اگر اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے ربّ کی تعریف کرتا ہے اور صبر کرتا ہے ہر ایک چیز میں اجر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس لقمہ میں بھی جسے وہ اپنے بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے۔''

ایک روایت میں ہے نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشادفرمایا:

" وما اعطى احدٌ عطاءً خيراً و اوسع من الصبر۔"

[رياض الصالحين، باب الصبر، رقم الحديث: ۲٦۔ مسلم: ۱۰۵۳۔ كتاب الزكاة، باب فضل التعفف والصبر والقناعة والحث على كل ذلك]

''کسی بھی شخص کو صبر سے زیادہ وسیع عطیہ نہیں دیا گیا۔''

حوضِ کوثر کا ذریعہ:

روزِ قیامت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود حوض کوثر پر تشریف فرما ہوں گے اور اپنی امت کو پانی پلائیں گے۔ لیکن یہ فضیلت بھی صرف اہل جنت کو حاصل ہوگی ان کے علاوہ کسی کو نہیں۔ حضرت ابو یحییٰ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے عامل مقرر نہیں فرمائیں گے جیسے آپ نے فلاں شخص کو عامل مقرر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" انكم ستلقون بعدى اثرةً فاصبروا حتى تلقونى على الحوض۔ [رياض الصالحين، رقم الحديث: ۵۲۔ باب الصبر۔ مسلم كتاب الامارة، باب الامر بالصبر عند ظلم الولاة واستئثارهم، رقم الحديث: ۱۸٤۵]

فوائد:

① ...... عہدوں کا طلب کرنا جائز نہیں جو طلب کرے اسے نہ دیا جائے۔

② ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسروں کو (تم پر) ترجیح دی جائے گی۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایسی صورت آپ کے دور میں نہیں ہوگی۔

③ ...... حاکم وحکمران کے ظلم پر صبر کرنا چاہیے اس کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں جب تک کہ وہ واضح کفر کا ارتکاب نہ کرے۔

④ ...... انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت کہ وہ حوضِ کوثر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کریں گے۔

اسی معنی کی ایک اور روایت دوسرے مقام پر یوں ہے:

" فانكم ستجدون اثرة شديدة فاصبروا حتى تلقوا الله ورسوله فانى على الحوض قالوا سنصبر۔ [مسلم، كتاب الزكاة، باب اعطاء المؤلفة قلوبهم على الاسلام وتصبر ممن قوى ايمانه، رقم الحديث: ۲٤۳٦]

''عنقریب تم پاؤ گے کہ بہت سے لوگوں کو تم پر ترجیح دی جائے

گی پس تم صبر کرو یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ملو میں حوضِ کوثر پر ہوں گا۔ انہوں نے کہا: اب ہم صبر کریں گے۔''

جہنم سے نجات کا ذریعہ:

جو آدمی صبر کے دامن کو پکڑے اسے کئی قسم کے فوائد حاصل ہوں گے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت اسے جہنم سے نجات عطا فرمائیں گے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"من ابتلى بشىءٍ من البنات فصبر عليهن كن له حجاباً من النار ـ" [مسلم، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في النفقات على البنات والاخوات، رقم الحديث: ١٥٦١]

''جو بیٹیوں کی (کفالت میں) مبتلا ہوا اور ان کے بارہ میں صبر کیا تو وہ اس کے لیے جہنم سے پردہ ہوں گی۔''

فائدہ:

دورِ حاضر میں جو بات مشاہدہ میں آئی ہے وہ یہ کہ غریب لوگ حالات سے تنگ آکر خودکشی کر لیتے ہیں۔ کیوں کہ اہل وعیال کے مقابلہ میں آمدنی کم ہونے کی وجہ سے معاشی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ جو آدمی مشکل اور کٹھن حالات میں صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتا ہے ایسے لوگ ہی فلاح وکامیابی کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

فلاح وکامیابی کا ذریعہ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴾ [المؤمنون: ۱۱۱]

''بے شک میں نے انھیں آج اس کے بدلے جو انھوں نے صبر کیا یہ جزا دی ہے کہ وہی کامیاب ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [آلِ عمران: ۲۰۰]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر سے کام لو اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرو اور جہاد کے لیے مستعد رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ فلاح پاؤ۔''

فائدہ:

صابروا: اس کے دو معنی ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر صبر کرو اور دوسرے یہ کہ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہو۔ یعنی جو اسلام کی راہ میں مشکلات آنے پر خود بھی ثابت قدم رہیں اور دوسروں کو بھی ایسی ہی تلقین کرتے رہیں اور ان کی ڈھارس بندھاتے رہیں۔

رابطوا: جہاد کے لیے تیار رہنا، کسی چوکی پر پہرہ دینا، مورچے پر رہنا اور اپنی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت کرنا سب کچھ شامل ہے۔ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

"رباط يوم في سبيل الله خير من الدنيا وما عليها وموضع سوط احدكم من الجنة خير من الدنيا وما عليها والروحة يروحها العبد في سبيل الله او الغدوة خير من الدنيا وما عليها ـ" [بخاری، كتاب الجهاد والسير، باب فضل رباط يوم في سبيل الله، رقم الحديث: ٢٨٩٢]

''اللہ کی راہ میں ایک دن مورچے پر رہنا دنیا ومافیہا سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کو کوڑا رکھنے کے برابر جنت میں جگہ مل جائے۔ تو وہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔ اور شام کو جو آدمی اللہ کی راہ (جہاد) میں چلے یا صبح کو تو وہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔''

خداوند قدوس نے اس آیت مبارکہ میں مومنوں کو تین باتوں کی نصیحت کی ہے جو ہر طرح کی سعادت ونیک بختی کا ذریعہ ہیں:

①...... پہلی نصیحت صبر کی ہے کہ بندہ مومن گناہوں سے اجتناب کرے۔ مصائب پر صبر کرے اوران اوامر کو بجالانے اورنواہی سے اجتناب میں صبر کرے جن کا اللہ نے حکم دیا ہے اور صبر کی اس صفت پر مداومت برتے۔

②...... دوسری نصیحت یہ ہے کہ اللہ کے دین اور مسلمانوں سے دفاع کے لیے مورچہ بند رہے۔

③...... اور تیسری نصیحت یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ سے ڈرتا رہے۔﴿ لعلکم تفلحون ﴾ کے الفاظ سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہی چیزیں فلاح دارین کا ذریعہ ہیں۔

حصولِ جنت کا ذریعہ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [البقرة:١٥٥]

''اور آپ ﷺ صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیجیے۔''

یعنی انہیں خوش خبری سنا دو کہ اللہ تعالیٰ بغیر حساب کے دن کو پورا پورا اجر دے گا۔ پس اہل صبر وہ لوگ ہیں جن کو عظیم بشارت اور بہت بڑے انعام سے نوازا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ ﴾

[الرعد:٢٢، ٢٤]

''اور وہ جنھوں نے اپنے رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر طور پر خرچ کیا اور برائی کو نیکی کے ساتھ مٹاتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔ ہیشگی کے باغات جن میں وہ داخل ہوں گے اوران کے باپ دادوں اوران کی بیویوں اوران کی اولادوں میں سے جو نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔ سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ [العنکبوت: ٥٨، ٥٩]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ہم انھیں ضرور ہی جنت کے اونچے گھروں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں یہ ان عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے۔ جنھوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ يُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّ سَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴾ [الفرقان: ٧٥، ٧٦]

''ان لوگوں کو جزا بالا خانہ دیا جائے گا اس لیے کہ انھوں نے صبر کیا اور اس میں ان کا استقبال زندگی کی دعا اور سلام کے ساتھ کیا جائے گا۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں وہ ٹھہرنے اور رہنے کی اچھی جگہ ہے۔''

حضرت محمد بن علی رحمہ اللہ اللہ رب العزت کے اس فرمان ﴿اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا ﴾ کے متعلق فرماتے ہیں کہ الغرفة سے مراد جنت ہے اور بما صبروا کا مطلب ہے کہ انہوں نے فقر وتنگ دستی پر صبر کیا۔ [انظر ابن ابی الدنیا، رقم: ٢٨، ج: ٤، ص: ٢٦، کتاب الصبر۔ الدر منثور: ٥/ ١٥٠]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًاo وَ جَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًاo مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِيْرًا ﴾ [الدهر: ١١- ١٣]

''پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچالیا اور انھیں ایک تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔ اور انھیں ان کے صبر کرنے کے عوض جنت اور ریشم کا بدلہ عطا فرمایا۔ وہ اس میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے نہ اس میں سخت دھوپ دیکھیں گے اور نہ سخت سردی۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" يقول الله تعالى ما لعبدى المومن عندى جزاء اذا قبضت صفيه من اهل الدنيا ثم احتسبه الا الجنة۔" [رياض الصالحين، باب الصبر رقم الحديث:٣٢]

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے پاس میرے اس مومن بندے کے لیے جنت کے سوا کوئی جزا نہیں جس کی میں محبوب ترین چیز واپس لے لوں تو وہ اس پر ثواب کی نیت سے صبر کرے۔''

فوائد:

①......انسان پر جو سب سے بڑی مصیبت نازل ہوتی ہے وہ اس کی محبوب ترین چیز کا کھو جانا ہے۔

②......اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی عمل قابل قبول ہے جو ایمان کے ساتھ کیا جائے۔ کافر جو بھی نیک کام کرے وہ عدم ایمان کی وجہ سے اجر سے خالی ہے۔

③......صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے اجر وثواب ملے گا اور اس کی انتہا دخول جنت ہے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا:

" الا اريك امراة من اهل الجنة فقلت بلى قال هذه المرأة السوداء اتت النبى صلی اللہ علیہ وسلم فقالت انى اصرع او انى اتكشف فادع الله لى قال ان شئت صبرت ولك الجنه وان شئت دعوت الله تعالى ان يعافيك فقالت اصبر فقالت فادع الله ان لا اتكشف فدعا لها۔" [بخارى، كتاب المرضى، باب فضل من يصرع من الريح، رقم الحديث: ٥٦٥٢]

''کیا میں تمھیں جنتی عورت نہ دکھاؤں میں نے کہا کیوں نہیں۔ انھوں نے فرمایا: یہ سیاہ فام عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تو اس نے عرض کیا مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور اس دوران میں ننگی ہو جاتی ہوں۔ پس آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو صبر کرو اس کے بدلے میں تمہارے لیے جنت ہے۔ اگر چاہو تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمھیں عافیت دے دے۔ اس نے کہا میں صبر کروں گی۔ پھر اس نے کہا میں دورے کے وقت ننگی ہو جاتی ہوں۔ لہٰذا آپ اللہ سے دعا کریں کہ میں ننگی نہ ہوا کروں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔''

فوائد:

①......دنیا میں تکالیف پر صبر کرنے میں جنت ملتی ہے۔

②......امراض ودعا والتجاء سے علاج کرنے کے ساتھ ساتھ علاج معالجہ سے اجتناب نہ کیا جائے۔

③......رخصت کی نسبت عزیمت کو اختیار کرنا افضل ہے اور یہ اس کے لیے ہے جو اسے برداشت کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ اس طرح یہ اس کے اجر میں مزید اضافے کا باعث ہوگا۔

④......ادویات استعمال کرنا چھوڑ دینا جائز ہے۔
⑤...... صحابیات رضی اللہ عنہن کی شدت حیا کا بیان۔ کیوں کہ اس عورت کو یہی اندیشہ تھا کہ اس کا جسم ننگا نہ ہوجائے۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" من كظم غيظاً وهو قادر على ان ينفذه دعاه الله سبحانه وتعالى على رؤوس الخلائق يوم القيامة حتى يخيره من الحور العين ما شاء ۔" [ابوداؤد: ٤٧٧٧۔ كتاب الادب، باب من كظم غيظاً۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الحلم، رقم الحديث: ٤١٨٦۔ ترمذی: ٢٠٢١]

''جو شخص غصہ کو پی جائے جب کہ وہ اسے نافذ کرنے پر قادر ہو تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اسے تمام مخلوق کے سامنے لائے گا اور اسے کہے گا کہ وہ اپنے لیے جس حور کو چاہے پسند اور منتخب کرے۔''

فوائد:

①......غصہ کو پی جانے کی ترغیب ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق یہ مومنین اور محسنین کی صفت ہے۔ فرمایا:

﴿ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [آلِ عمران: ١٣٤]

''غصے کو پی جانے والے لوگوں کو معاف کرنے والے محسنین کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔'' یعنی قدرت وطاقت ہونے کے باوجود محض اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر غصے کو پی جانا اور لوگوں کو معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" اذا ابتليت عبدى بحبيبتيه فصبر عوضتهٔ منهما الجنة۔ يريد عينيه ۔ " [بخاری، كتاب المرضى، باب فضل من ذهب بصره، رقم الحديث: ٥٦٥٣]

''جب میں اپنے بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں (آنکھوں) کے ذریعے آزماؤں اور وہ صبر کرے تو میں اس کے عوض اسے جنت عطا کروں گا۔''

فوائد:

انسان کو اپنے اعضا میں سب سے زیادہ محبوب اپنی دو آنکھیں ہیں۔ اب ان کے کھو جانے سے اسے بہت زیادہ افسوس ہوگا۔ اور اس کی رویت ختم ہوجائے گی تو اس آزمائش کے بدلے اسے ثواب ملے گا۔
②......اللہ تعالیٰ جس کے لیے پسند کرتا ہے اس سے کسی ناگوار چیز کو دور کرے یا اس سے گناہ مٹائے یا اس کے درجات بلند کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی آزمائش کرتا ہے۔ جب وہ اس آزمائش میں پورا اترتا ہے تو اپنی مراد پالیتا ہے۔
③...... جنت سب سے بڑا عوض ہے۔ اس لیے کہ آنکھوں سے دیکھنا فائدہ اٹھانا دنیا کے ختم ہوتے ہی ختم ہوجائے گا۔ لیکن جنت کا مزہ باقی رہنے والا اور دائمی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اذا مات ولد العبد قال الله لملائكة قبضتم ولد عبدى فيقولون نعم فيقول قبضتم ثمرة فؤاده فيقولون نعم فيقول ماذا قال عبدى فيقولون حمدك واسترجع فيقول الله ابنو لعبدى بيتاً فى الجنة وسموه بيت الحمد ۔ [ترمذی، كتاب الجنائز، باب فضل المصيبة اذا احتسب، رقم الحديث: ١٠٣٢]

''جب کسی بندے کا بیٹا فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کی ہے؟ فرشتے جواب میں ہاں کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کیا تم نے میرے بندے کے دل کا پھل لے لیا تو وہ کہتے ہیں: ہاں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس وقت اس نے کیا

کہا تھا؟ فرشتے کہتے ہیں اس نے تیری تعریف کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد (قابل تعریف گھر) رکھو۔''

اسماعیل بن عبداللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یاسر وعمار بن یاسر اور ام عمار کے پاس سے گزرے تو انھیں راہ خدا میں تکلیف دی جارہی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صبرا یا ابا یاسر وآل یاسر فان موعدکم الجنة ۔

[ابن ابی الدنیا، رقم: ٤٦، ج:٤۔ کتاب الصبر]

''صبر اے ابویاسر اور آلِ یاسر یقیناً تمہارا وعدہ اس کے بدلے جنت ہے۔''

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" اذا جمع الله الخلائق نادی مناد این اهل الصبر قال فیقوم تاس وهم یسیر فینطلقون سراعا الی الجنة فیلقاهم الملائکة فیقولون انا نراکم سراعا الی الجنة فمن انتم فیقولون نحن اهل الصبر فیقولون وما کان صبرکم فیقولون کنا نصبر علی طاعة الله وکنا نصبر عن معاصی الله فیقال لهم ادخلوا الجنة فنعم اجر العملین ۔ [ابن ابی الدنیا، رقم:٥، کتاب الصبر۔ ابن کثیر۔ البقرة:١٥٤]

''جب اللہ ربّ العزت تمام مخلوق کو جمع کرے گا۔ (یعنی روزِ قیامت) تو ایک منادی ندا کرے گا۔ صبر کرنے والے کہاں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور جنت کی طرف بڑھیں گے۔ انھیں فرشتے ملیں گے اور کہیں گے کہ ہم تمھیں دیکھ رہے ہیں تم جنت کی طرف بڑھے جارہے ہو۔ تم کون ہو؟ وہ کہیں گے کہ ہم اہل صبر ہیں وہ کہیں گے تمہارا صبر کیا ہے؟ تو وہ جواب دیں گے ہم اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کرتے رہے اور نافرمانی سے بچتے رہے۔ انہیں کہا جائے گا کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ (نیک) کام کرنے والوں کا کتنا ہی اچھا اجر ہے۔''

اللهم اجعلنا ممن اذا اعطی شکر واذا ابتلی صبر واذا ظلم فغفر . وما توفیقی الا بالله .

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا:

قرآنِ مجید، ابن کثیر، تفسیر السعدی، تبیان القرآن، اشرف الحواشی، الدر المنثور، الکشاف، تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن، تفسیر القرطبی، الخازن، تیسیر القرآن، الجامع لاحکام القرآن۔ بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی، ابوداؤد، مسند احمد بن حنبل، موسوعہ ابن ابی الدنیا، الصبر جمیل فی ضوء القرآن والسنة، شیخ سلیم الہلالی، نضرة النعیم، ریاض الصالحین۔



غیر اسلامی رسوم و رواج اور ان کی تباہ کاریاں

نعیمہ صدیقہ بنت عبدالحمید ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ

قبر پرستی، اور پنجتن پاک:

قبر پرستی اور پنجتن پاک کی رسم اپنی جڑ پکڑ چکی ہے، اور کمزور عقیدے والے لوگ خصوصاً خواتین دھڑا دھڑ اس بیماری میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں۔ افسوس کہ کسی قوم نے سورج کی پوجا کی، کسی نے فرشتوں کی عبادت کی، کسی نے حجر و شجر کو پوجا، کسی نے بتوں کے آگے سر جھکایا اور کسی نے کسی چیز کو معبود بنا لیا...... اور مسلمان لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے بعد قبروں، قبروں والوں، ملنگوں، فقیروں اور مخصوص صحابہ رضی اللہ عنہم کو پوجنے میں لگ گئے، ان کو پکارنے لگے، ان کو سجدے و رکوع کرنے لگے۔ افسوس

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر پرستی، بت پرستی اور پنجتن پاک کا آغاز اور اس کا وجود حضرت نوح علیہ السلام سے بھی بہت پہلے اس دنیا میں پایا جاتا تھا۔ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ شرک اور بت پرستی سے باز آ جاؤ تو کہنے لگے:

﴿ وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۙ۬ وَّ لَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَ نَسْرًا ﴾ [نوح:۲۳]

''اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا، اور ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا۔''

اس آیت کی تفسیر میں امام بخاری رحمہ اللہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت لائے ہیں کہ ''یہ سب (ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر) قوم نوح کے اولیاء اللہ تھے۔ جب وہ مر گئے تو لوگ ان کی قبروں پر اعتکاف کرنے لگے۔ پھر ان کے مجسمے بنائے اور ان کی عبادت کرنے لگے۔ پھر یہی بت عرب کے قبائل میں پھیل گئے۔''

[صحیح بخاری و کتب تفسیر]

قبر پرستی اور بت پرستی کا باہم گہرا اشتراک ہے، وہ اس طرح کہ قوم نوح میں بت پرستی سے پہلے قبروں پر اعتکاف اور مراقبہ کرنے کا رواج ہوا تھا۔ بعد میں انہی اولیاء اللہ کے مجسمے بنا لیے گئے، اور ان کی پوجا شروع ہوگئی، ان دونوں قسم کی پرستشوں میں قدرِ مشترک یہ تھی کہ یہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ جس طرح مرنے کے بعد قبر کے ساتھ صاحب قبر کی روح کا تعلق باقی رہتا ہے، اور وہ پکارنے والے کی پکار سنتی، اور اس کی حاجت روائی کرتی ہے، بعینہ اسی طرح اس ''ولی'' کا اگر مجسمہ بنا لیا جائے تو اس سے بھی وہی فوائد حاصل ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ان لوگوں کی قبروں پر جانے کے بجائے انہوں نے شارٹ کٹ یہ سوچا کہ ان کے بت بنا لیے جائیں، جنہیں وہ جہاں چاہتے رکھ سکتے، اور ان کی پوجا پاٹ کر سکتے، اور ان سے اپنی مرادیں پوری کرا سکتے تھے، اسی سہولت کی خاطر بت تراشی کا فن ایجاد ہوا۔ چناں چہ عرب میں پہلا شخص جو بت لایا وہ قصی بن کلاب تھا۔

قبروں سے متعلق بعینہ یہی تصور آج مسلمانوں میں بھی پایا جاتا ہے، اور یہی تصور در حقیقت ''ولایت یا اولیائی'' کی روح رواں ہے، چوں کہ اپنے بزرگوں سے عقیدت انسان کی فطرت میں رچی ہوئی ہے۔ لہٰذا یہی شرک کا سب سے بڑا چور دروازہ ثابت ہوا ہے۔ اور ان کے پانچ بزرگوں ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر کی طرح مسلمانوں نے بھی پنجتن پاک حضرت محمد ﷺ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ بنا لیے اور ان کو پکارنا شروع کر دیا۔

حالاں کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ ﴾ [الاحقاف: ٥،٦]

''اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے، جو ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور ان کو ان کے پکارنے کی خبر بھی نہ ہو، اور جب لوگ قیامت کو اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کردیں گے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیماری میں جس سے (اچھے ہوکر) نہیں اٹھے۔ فرمایا: ''اللہ یہودیوں پر لعنت کرے جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔''

[صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے (پلستر کروانے) اور اس پر (مجاور بن کر) بیٹھنے، اور اس پر تعمیر (گنبد وغیرہ) کرنے سے منع فرمایا ہے۔

[صحیح مسلم، کتاب الجنائز]

بعض ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو لکڑی، ہڈی، یا پتھر وغیرہ کی قبر بنا کر وہاں مزار بنالیتے ہیں، اور عبادت شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" مَنْ زَارَ قَبْرًا بِلَا مَقْبُوْرٍ كَاَنَّمَا عَبَدَ الصَّنَمَ ـ"

''جس شخص نے ایسی قبر کی زیارت کی، جس میں میت نہیں اس نے گویا کسی بت کی پوجا کی۔'' [طبرانی وبیہقی]

افسوس آج ایک طرف تو مساجد کی دوسری جگہ منتقلی ہورہی ہے (کہ یہ رکاوٹ ہیں)، لیکن ان مزاروں کی سرپرستی کی جارہی ہے جہاں شرک وبدعت اور بے حیائی کا گند پل رہا ہے۔

حالاں کہ صحیح مسلم کتاب الجنائز میں حضرت ابوالہیاج اسدیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں ایسے کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہؐ نے بھیجا تھا، اور وہ یہ ہے کہ تو کوئی مجسمہ نہ چھوڑ مگر اسے مٹا دے، اور نہ کوئی ایسی قبر چھوڑ جو زمین سے بلند ہو مگر یہ کہ اسے زمین کے برابر کردے۔''

[صحیح مسلم، کتاب الجنائز]

قبر پرستی اور بت پرستی کی بے شمار خرابیاں ہیں، مثلاً:

① عقیدے کی خرابی، ② اعمال کی بربادی، ③ چوری، ڈکیتی، زنا، بدکاری کا عام ہونا، ④ مال کا ضیاع، ⑤ کمائی کا حرام ہونا، ⑥ یہودیوں اور ہندوؤں کی رسم کی ادائیگی کرنا، ⑦ اللہ کے غیظ وغضب کو دعوت دینا، ⑧ دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت برباد کرنا، ⑨ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کے ہاں بدترین مخلوق قرار دیا جانا۔

جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بعض ازواجِ مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ انھوں نے حبشہ میں ''ماریہ'' نامی ایک کنیسہ (یہودیوں کی عبادت گاہ) دیکھا ہے، جس میں مجسمے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب ان لوگوں میں سے کوئی صالح مرد مرجاتا، تو اس کی قبر پر مسجد بنالیتے اور پھر اس میں اس کے مجسمے رکھ لیتے ایسے لوگ اللہ عزوجل کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔''

[صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ]

صوفی ازم:

صوفی ازم کی رسم کو ہماری حکومت نے بھی بڑی عقیدت سے عام کیا ہے، اور وزراء وگورنر خود ہی صوفی بن بیٹھے ہیں، حالاں کہ یہ عقیدہ سرے سے ہی باطل، من گھڑت اور اسلام سے کوسوں دور ہے۔ اور اس کی حقیقت کراچی میں ہونے والے فیسٹیول سے بخوبی آشکارا ہوتی ہے۔ آیئے اس کی ہلکی سی جھلک دیکھتے ہیں اور پھر اس کا انجام بھی ساتھ ساتھ ہی نوٹ کرلیتے ہیں۔

①...... صوفیت دراصل رہبانیت سے نکلی ہے، اور رہبانیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور انہوں نے لذات سے کنارہ کشی کی خود ایک نئی بات نکالی، جس کا ہم نے ان کو حکم نہیں دیا تھا، مگر

انہوں نے اپنے خیال کے مطابق خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے (آپ ہی ایسا) کرلیا تھا، پھر جیسا اس کو نباہنا چاہیے تھا نباہ بھی نہ سکے۔ پھر جولوگ ان میں سے ایمان لائے، ان کو ہم نے ان کا اجر دیا اوران میں سے زیادہ نافرمان ہیں۔'' [سورة الحديد:٢٧]

ان لوگوں کے دو اہم نظریے تھے ایک یہ کہ روحانیت کے اس راستے میں حائل سنگ گراں ہمارا مادی جسم ہے، لہٰذا اس جسم کو مضمحل اور کمزور بنانے کے لیے طرح طرح کے عذاب دیئے جانے لگے۔ کم سے کم کھانا پینا، جس سے صرف روح اور جسم کا تعلق باقی رہے۔ اورکم سے کم سونا، دنیوی لذات، جن سے فائدہ اٹھانے کا اللہ نے انہیں حق دیا تھا، اس سے کنارہ کشی کرنا، شدید سردی میں ننگے بدن باہر رات گزارنا، کہیں شدید گرمی میں ایک ہی جگہ کھڑے رہنا، چپ کا روزہ رکھنا، کیچڑ میں پڑے رہنا، اور اس طرح کی کئی دوسری صورتیں مادی جسم کو کمزور کرنے اور اذیت دینے کے لیے انہوں نے ایجاد کرلی تھیں۔

اور دوسرا نظریہ دنیا والوں سے قطع تعلق تھا، یہ لوگ اپنے لیے کوئی گوشہ تنہائی منتخب کرلیتے یا پھر کسی جنگل کی راہ لیتے۔ ان کے خیال کے مطابق ان کے رشتہ دار اور دوسرے معاشرتی تعلق رکھنے والے دوست احباب بھی اس راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ تھے۔ تاریخ نے پھر ایسے لوگوں کے نام بھی بتائے جو اسی رہبانیت کی وجہ سے اپنی ماں کی بددعاؤں سے سخت سے سخت سزا پاگئے۔ جیسا کہ جریج کا مشہور ومعروف واقعہ ہے۔ [دیکھئے مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تقدیم برالوالدین]

یہ تو یہود ونصاریٰ کا طریقہ اور رسم تھی، لیکن آج مسلمانوں میں بھی ایسی رہبانیت نام بدل کر صوفیت کے نام سے رائج ہوگئی۔

④...... پہلا شخص جس نے فقر وفاقہ اور نفلی عبادات میں غلو سے کام لیا، اور تصوف کو ایک عملی شکل عطا کی، وہ حارث بن اسد محاسبی تھے، مالداروں سے سخت نفرت کرتے، اور حصولِ مال میں حد سے زیادہ احتیاط کرتے تھے۔ ایسے اکثر لوگ صالح، کتاب وسنت کے پابند، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھنے والے، وجد وسماع کی محفلوں سے پرہیز کرنے والے تھے۔ پھر ان میں سے بعض حضرات ایسے بھی نکلے جو نوافل میں غلو سے کام لینے کے علاوہ یونانی فلسفہ اور مشرکانہ نظریات کے قائل، ترغیب وترہیب کے لیے لوگوں میں احادیث وضع کرکے پھیلانے والے، اور جھوٹ سے کام چلانے والے تھے۔

[بحوالہ امام ابن تیمیہؒ، از کوکن عمری]

③...... ''صوفی'' کی اصطلاح بھی دوسری صدی کی ایجاد ہے، سب سے پہلا شخص جو صوفی کے نام سے مشہور ہوا ابوہاشم محمد بن احمد الصوفی تھا، صوفی کے لفظ کی توجیہات تو کافی بیان کی جاتی ہیں، تاہم زیادہ راجح یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ لوگ چوں کہ اون کا موٹا کپڑا پہنتے تھے، اور خرقہ یا گدڑی ان کا شعار یا علامت بن چکی تھی، لہٰذا یہ صوفی کہلائے۔ صوفیاء کے مخصوص نظریات وعقائد بھی اسی دور کی پیداوار ہیں۔ یہ صوفیت بڑھتے بڑھتے شرک وبدعت کے گندے اور اندھے کنویں میں جاگری، جس کا ہلکا سا تقابل وجائزہ لیتے ہیں:

اسلام: اسلام میں توحید یہ ہے کہ ساری کائنات اللہ کی مخلوق اور اس کی مطیع وفرمان بردار ہے، حاکمیت اور فرماں روائی بھی اسی کی ہے، جس میں دوسرا کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔

صوفیت: صوفیت کی توحید یہ ہے کہ جملہ موجودات خدا کا حصہ ہیں، پھر کوئی انسان اپنی ذات کو خدا میں مدغم بھی کرسکتا ہے اور کسی انسان میں خدا بھی حلول کرسکتا ہے جس کی وجہ سے اس میں خدا صفات پیدا ہوجاتی ہیں۔

اسلام: نبی اور رسول اپنے وقت کے تمام انسانوں میں سے افضل ہوتا ہے۔

صوفیت: نبوت سے نبی کی ولایت افضل ہے بالفاظ دیگر نبی سے ولی افضل ہوتا ہے، اسی طرح خاتم الانبیاء سے خاتم الاولیاء افضل ہوتا ہے۔

اسلام: وحی الٰہی اکتسابی نہیں بلکہ وہبی چیز ہے اور نبی کو وحی آنے سے

پیشتر خود بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ نبی بننے والا ہے۔

صوفیت: وحی الٰہی کی ابتداء ریاضت ومجاہدہ ہے اور یہ کسبی چیز ہے، انسان کو وحی کی توقع ہوتی ہے اور یہ ایک تدریجی عمل ہے۔

اسلام: نبی یا رسول کی غیر مشروط اطاعت لازم ہے۔

صوفیت: نبی کے بجائے اپنے پیر کی غیر مشروط اطاعت لازم قرار دی گئی ہے۔

اسلام: نبی کے صحیح جانشین علماء ہوتے ہیں، اور علماء زاہدوں اور عبادات گزاروں سے بہت افضل ہیں۔

صوفیت: نبی کے اصل جانشین زاہد اور عابد (صوفیاء) ہیں اور یہ علماء سے افضل ہیں، اور مقربین حق یہی لوگ ہیں۔

اسلام: زہد یہ ہے کہ حصولِ دنیا اور حلال کمائی کرنا بہتر عمل ہے البتہ حب دنیا ناپسندی چیز ہے اسی چیز سے بے رغبتی کا نام زہد ہے۔

صوفیت: حصولِ دنیا اور اس سے انتفاع ترقی کے راستہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے، اس میں زہد کا تصور اسلامی زہد سے بالکل مختلف ہے۔

اسلام: معاشرتی زندگی اصل بنیاد اور فطری چیز ہے اس لیے ضروری ہے، یہ ایک عہد و پیمان ہے، نکاح کے علاوہ سب دوسرے راستے حرام ہیں۔

صوفیت: نکاح اور عائلی زندگی سخت بیزار ہے، بعض اتحادی ہر عورت سے زنا کو جائز سمجھتے ہیں، اور جماع کو مشاہدہ حق کا بہترین موقع قرار دیتے ہیں، بعض دوسرے بزرگ تفننِ طبع کے لیے بھی نکاح کرتے ہیں۔

اسلام: قومی زندگی کی حیات کے لیے جہاد بالسیف افضل الاعمال قرار دیتا ہے۔

صوفیت: جہاد بالسیف کو کمتر سمجھتا اور اس کے بجائے مجاہدۂ نفس پر زور دیتا ہے، اور روحانی ترقی کی آڑ میں انسانیت کو ذلیل ترین مقام پر لا کھڑا کرتا ہے۔

اسلام: معاشی اور سیاسی نظام کے لیے مکمل ہدایات دیتا اور کلمۂ حق کے استیلاء کے لیے سلطنت کے حصول پر زور دیتا ہے۔

صوفیت: ظاہری حکومت کو بیکار سمجھتا اور اس کے بجائے باطنی نظام پر زور دیتا ہے۔ غوث، قطب، ابدال، اوتار، نجیب وغیرہ کے مناصب مقرر کرتا ہے اور ان کے نصب وعزل کا نظام جاری کرتا ہے۔

اسلام: اسلام نے روحانی ترقی اور خالص توجہ الی اللہ کے لیے مساجد میں اعتکاف کرنے کی راہ دکھلائی ہے۔

صوفیت: صوفیاء مساجد میں اعتکاف کے بجائے مزارات پر مراقبہ کرنے کو اصل نیکی سمجھتے ہیں۔

اسلام: اسلام نے حج بیت اللہ کو فرض اور اسلام کا رکن قرار دیا ہے، اور مناسک حج کو شعائر اللہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

صوفیت: صوفیاء کے نزدیک اتنی ہی رقم سے غریبوں کی امداد کر دینا زیادہ مستحسن عمل ہے، بیت اللہ کی زیارت سے کسی بزرگ کے مقبرہ کی زیارت افضل ہے، اور وہاں مناسک حج کی ادائیگی زیادہ کار ثواب ہے، سالانہ عرس، حج کا بدل یا اس سے افضل سمجھے جاتے ہیں۔

اسلام: علم غیب کلی اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

صوفیت: علم غیب رسول اللہ ﷺ کو کلی حاصل تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ خدا کا علم ذاتی ہے اور رسول کا عطائی پھر یہ عطائی علم غیب اکثر اوقات اولیاء اللہ کو بھی ہوتا ہے اور بعض کو تو کلی ہوتا ہے۔

اسلام: وفات کے بعد تمام انبیاء واولیاء کی زندگی برزخی ہے جس کو ہم سمجھ نہیں سکتے۔

صوفیت: رسول اکرم ﷺ اور تمام انبیاء واولیاء زندہ ہیں۔ وہ مرتے نہیں بلکہ صرف عام دنیا والوں سے روپوش ہوجاتے ہیں اور اہل دنیا کی حاجت براری میں مشغول رہتے ہیں۔

اسلام: حاضر وناظر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، وہی ہر ایک کی پکار سنتا اور اسے قبول کرتا ہے، اس کے بغیر کسی دوسرے کو پکارنا صریح شرک قرار دیتا ہے۔

صوفیت: تمام انبیاء واولیاء ہر وقت حاضر وناظر ہوتے ہیں، پکار

کے وقت مرید کی جائے مصیبت پر پہنچ کر اس کی مشکل کشائی بھی کردیتے ہیں۔خواہ یہ پیر صاحب زندہ ہوں یا مردہ۔

[استفادہ از شریعت وطریقت]

نوٹ: آخری پوائنٹ کے ضمن میں مصنف کتاب لکھتے ہیں:

''یہ عقیدہ بھی عجیب قسم کا تضاد رکھتا ہے، اس کا ایک حصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور اولیاء ہر جگہ حاضر وناظر ہیں، اور اس کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ مرید، کے پکارنے پر وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حاضر وناظر تو وہ پہلے ہی ہیں، پہنچ کہاں سے جاتے ہیں؟ اگر حاضر وناظر ہیں تو پہنچنے والی بات غلط اورلغو ہے۔اور اگر پہنچنے والی بات ٹھیک ہے تو حاضر وناظر والی بات لغواور باطل ہے۔''

[از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی]

معلوم ہوا کہ صوفیت رہبانیت کا دوسرا نام ہے، اور شرک وبدعت کا اندھا کنواں ہے اور جہنم کی طرف لے جانے والی راہ ہے۔

راکھی اور ہولی:

راکھی اور ہولی کی رسمیں سرکاری وغیر سرکاری سطح پر مقبول ہوتی جارہی ہیں اور مسلم معاشرے کے وجود کا حصہ بنتی جارہی ہیں۔

راکھی ہندی لفظ رکھشا (حفاظت) سے نکلا ہے۔ یہ ایک دھاگے یا دھات کا کڑا ہوتا ہے، جسے بہن اپنے بھائی کی کلائی پہ باندھتی ہے۔اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دیوتاؤں کی مدد سے بھائی مشکلات سے محفوظ رہے۔اسی طرح ہمارے نادان مسلمان ہاتھوں میں کڑے اور دھاگے پہنے پھرتے ہیں اور اس کو مختلف نام دیتے ہیں، کوئی اسے امام ضامن کہتا ہے، تو کوئی نظر بد سے بچنے کے لیے دھاگہ باندھ لیتا ہے، کوئی شادی کے لیے کڑا پہنتا ہے۔آج کل تو شوگر کا کڑا اور بلڈ پریشر کا کڑا بھی عام ہوچکا ہے۔یعنی ان کڑوں یا دھاتوں کو بازوؤں یا گلے میں ڈال لینے سے مشکلات دور ہوجاتی ہیں۔ یہ سب باطل عقیدے کی پیداوار ہے اور ہندوؤں کی رسم ہے۔

ہولی کے پس منظر میں ایک مذہبی داستان ہے جو کچھ اس طرح ہے کہ ''ایک چڑیل تھی ہو، لیکا، یہ جنوں کے بادشاہ کی بہن تھی۔اس بادشاہ نے دیوتاؤں کو شکست دی اور گھمنڈ میں آکر کائنات کی ہر چیز پر اپنے اقتدار کا اعلان کیا۔اسی دوران اس کا بیٹا پراہلاد، وشنو جی کا سرگرم پیروکار بن گیا۔ بادشاہ نے بیٹے کو اس کی سرگرمی سے منع کیا۔ جب پراہلاد نہ مانا تو اس کو سزا دینے کے لیے ہو، لیکا اس کو لے کر آگ کے الاؤ میں کود گئی، مگر پراہلاد بالکل محفوظ رہا اور ہو، لیکا جل کر بھسم ہوگئی۔

چناں چہ ہولی کا مطلب برائی پر نیکی کی فتح کا جشن ہے، ہولی کے دن لال، پیلے، ہرے، نیلے ہر طرح کے رنگ خرید کر پانی میں ملائے جاتے ہیں اور پچکاریوں کے ذریعے ایک دوسرے کے اوپر ڈالے جاتے ہیں، اس روز سب لوگ مختلف رنگوں میں رنگے نظر آتے ہیں، صبح سے لے کر شام تک یہ کھیل جاری رہتا ہے اور شام کو ایک الاؤ روشن کیا جاتا ہے۔ اور اس کے اردگرد ڈھول کی تھاپ پر مرد وخواتین رقص کرتے ہیں اور خاص قسم کا کھانا مالپا تحفہ کے طور پر ایک دوسرے کو کھلایا جاتا ہے۔ [بحوالہ ہندو کا ہمدرد]

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے کلمہ گو مسلمان بھی اس رسم بد میں بڑی عقیدت اور احترام سے شرکت کرتے ہیں، اور انہیں جائز قرار دینے کے لیے مختلف الٹے سیدھے فتوے اور دلیلیں دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو سیدھے رستے پر چلائے، آمین۔ [جاری]



احباب اصلاح فرمالیں

۱۸ جنوری ۲۰۰۸ء کے الاعتصام صفحہ نمبر ۱۶ پر مسئلہ دوام رفع الیدین کتاب التحقیق الراسخ سے میں نے بحوالہ محدث گوندلوی رحمہ اللہ ایک طویل عبارت نقل کی تھی۔ دراصل یہ عبارت مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی رحمہ اللہ علیہ کی ہے، قارئین اصلاح فرمالیں۔ بندہ اس آگاہی پر محترم حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ کا شکر گزار ہے۔ جزاہ اللہ خیراً

[ثناء اللہ المدنی]

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اور مقام قربانی

ابوالبدر ارشادالحق اثری، فیصل آباد

اس سال عشرہ ذوالحج میں قربانی کے احکام ومسائل سے متعلقہ کتب کی ورق گردانی میں جب علامہ شبلی نعمانی مرحوم کی شہرہ آفاق کتاب سیرۃ النبی کی مراجعت کی تو اس میں دو باتیں دیکھ کر تعجب ہوا۔ ایک یہ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کا جو حکم اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خواب میں اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا تھا۔ اس کے سمجھنے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ''اجتہادی غلطی'' ہوئی تھی۔ اور دوسری یہ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا محل ومقام جبل ''مروۃ'' تھا۔

پہلی بات کے بارے میں پہلے سے معلوم تھا کہ بعض دیگر حضرات نے بھی یہ بات کہی ہے۔ مگر علامہ شبلی نے جس اسلوب میں اسے بیان کیا اسے دیکھ کر تعجب بھی ہوا اور افسوس بھی۔ بلکہ اس سے بڑھ کر افسوس یہ ہوا کہ ایک وقت تک اسی غلط فہمی کا شکار ان کے شاگرد رشید مؤرخ اسلام حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ بھی رہے۔ علامہ شبلی کے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض تفردات پر کئی اہل علم نے تعاقب کیا۔ مگر میرے علم میں نہیں تھا کہ اس بحث کے حوالے سے ماضی میں کسی صاحب نے خامہ فرسائی فرمائی یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے دوست جناب علی ارشد صاحب کو جنھوں نے ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی صاحب کی کتاب ''مولانا شبلی نعمانی بحثیت سیرت نگار'' سے آگاہ کیا بلکہ کتاب بھی بھجوادی۔ محترم صدیقی صاحب نے ''قربانی کی حقیقت'' کے عنوان سے آٹھ صفحات میں اس موضوع پر بحث کی اور بحث کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

علامہ شبلی نے کیا فرمایا اور دیگر کن کن حضرات نے یہ موقف بیان کیا، ہم اس سلسلے کی تفصیل بعض ضروری وضاحتوں سے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔ چناں چہ علامہ شبلی رقم طراز ہیں:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا تھا اس سے اصل مقصود کیا تھا؟ قدیم زمانہ میں بت پرست قومیں اپنے معبودوں پر اپنی اولاد کو بھینٹ چڑھا دیا کرتی تھیں۔ یہ رسم ہندوستان میں انگلش گورنمنٹ سے پہلے موجود تھی۔ مخالفین اسلام کا خیال ہے کہ حضرت اسماعیل کی قربانی بھی اسی قسم کا حکم تھا لیکن یہ سخت غلطی ہے۔ اکابر صوفیاء نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو خواب دکھائے جاتے ہیں دو قسم کے ہوتے ہیں۔ عینی اور تمثیلی، عینی میں بعینہٖ وہی چیز مقصود ہوتی ہے جو خواب میں نظر آتی ہے۔ تمثیلی میں تشبیہ اور تمثیل کے پیرایہ میں کسی مطلب کو پورا ادا کرنا ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو خواب دکھایا گیا تھا اس سے یہ مراد تھی کہ بیٹے کو کعبہ کی خدمت کے لیے نذر چڑھا دیں۔ یعنی وہ کسی اور شغل میں مصروف نہ ہوں بلکہ کعبہ کی خدمت کے لیے وقف کردیے جائیں۔ تورات میں جابجا قربانی کا لفظ ان معنوں میں آیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس خواب کو عینی خیال کیا اور بعینہٖ اس کی تعمیل کرنی چاہی۔ گو یہ خیال اجتہادی غلطی تھی جو انبیاء علیہم السلام سے ہوسکتی ہے (گو یہ غلطی قائم نہیں رہتی بلکہ خدا اس پر متنبہ کردیتا ہے) اس بنا پر گو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس فعل سے روک دیئے گئے لیکن خدا نے ان کی حسن نیت کی قدر کی اور فرمایا:

تو نے خواب کو سچا کیا۔ ہم اس طرح نیکو کاروں کو جزا دیتے

ہیں۔ بہر حال یہاں اس تفصیل سے مقصود یہ ہے کہ قربانی سے مقصود خدمت کعبہ کے لیے نذر چڑھانا تھا۔''

[سیرۃ النبی، ج:۱،ص:۹۹، ۱۰۱]

قارئین کرام سمجھ گئے ہوں گے کہ علامہ شبلی نے حضرت ابراہیم کو خواب کے سمجھنے میں ''اجتہادی غلطی'' کا جو مرتکب ٹھہرایا اس کا پس منظر کیا ہے۔ یہی نا کہ مخالفین اسلام کے اس اعتراض سے بچا جائے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی، بت پرستوں کا اپنی اولاد کو اپنے معبودوں کی بھینٹ چڑھانے کے تناظر میں ہے۔ علامہ شبلی نے بہت مقامات پر مستشرقین اور اعدائے اسلام کے اعتراضات کا جواب بلاشبہ بڑے مدلل طریقے اور سلیقے سے دیا۔ مگر بسا اوقات جواب میں حقائق کی بے جا تاویل اور حد سے زیادہ معذرت خواہانہ انداز ہی کا نتیجہ ہے کہ وہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ''اجتہادی غلطی'' ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

علامہ شبلی رحمہ اللہ کے علاوہ یہی بات مولانا حمید الدین فراہی مرحوم نے ''الرأی الصحیح'' میں تفصیل سے کہی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا امین اصلاحی نے ''ذبیح کون ہے؟'' کے نام سے کیا۔ اس میں ایک عنوان ہے۔ ''حضرت اسماعیل خداوند کی نذر تھے اور یہی قربانی کی حقیقت ہے۔'' ایک عنوان ہے ''حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے خداوند کے حضور کا لفظ آیا ہے اور یہی قربانی کی حقیقت ہے۔'' لیکن انھوں نے غالباً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اجتہادی غلطی کے انتساب کی جرأت نہیں کی۔ مولانا فراہی کی علامہ شبلی سے عزیز داری تھی اور ان کے تلمیذ بھی تھے۔ تاہم علامہ شبلی کا یہ موقف دراصل علامہ فراہی کے اسی رسالہ سے ماخوذ ہے۔ جیسا کہ علامہ سید سلیمان ندوی نے یادِ رفتگاں میں ذکر کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں علامہ شبلی کا یہ فیصلہ کہ ان سے ''خطاء اجتہادی'' ہوئی تھی ان کی جرأت رندانہ کا آئینہ دار ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کیسے، کہنا پڑے گا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بھی ''خطاء اجتہادی'' ہوئی، جو باپ کا خواب سنتے ہی ﴿ یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ﴾ پکار اٹھے، کہ ابا جی جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کیجیے اور لیجیے بسم اللہ کریں۔ یا شاید اسے وہ معاذ اللہ چھوٹی عمر کے بھول پن میں بے سمجھی سے تعبیر کریں۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بھی اس ''اجتہادی غلطی'' پر تنبیہ کرنے کی بجائے ﴿ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ﴾ سے تحسین وآفرین فرمائی کہ ابراہیم! آپ نے خواب سچ کر دکھایا۔

چاہیے تو یہ تھا کہ اس غلط فہمی پر اللہ تعالیٰ خبردار فرماتے کہ ابراہیم یہ آپ کیا کرنے چلے ہیں۔ فرزند عزیز نے بھی غلطی سے خواب کو حکم سمجھ لیا۔ ہمارا تو یہ منشا قطعاً نہ تھا۔ مگر اس کی بجائے فرمایا گیا کہ ابراہیم نے خواب سچ کر دکھایا۔ بلکہ ساتھ ﴿ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴾ کہہ کر یہ بھی حوصلہ دیا کہ بیٹے کی بجائے ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر بیٹے کو چھڑا لیا۔ فدیہ تو حکم کا بدل ہوتا ہے۔ اگر یہ حکم ہی نہیں تھا تو یہ فدیہ کیسا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس ادا کو اللہ تعالیٰ نے ''بلاء مبین'' قرار دیا۔ یہ بھی کیا ''عظیم آزمائش'' ہے جس کی تمنا وہ پہلے ہی تولیت کعبہ یا نذر کے طور پر کر چکے تھے۔ اللہ کی نذر کرنے میں آخر آزمائش کا کون سا پہلو ہے؟

مولانا فراہی کے شاگرد رشید مولانا امین احسن اصلاحی، جنھوں نے ''الرای الصحیح'' کا ترجمہ کیا۔ وہ بھی اسے تمثیلی نوعیت کا خواب نہیں سمجھے بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم قرار دیتے ہیں۔ چناں چہ لکھتے ہیں:

''ان کو دشت غربت میں اکلوتے اور محبوب فرزند کی گردن پر چھری چلانے کا حکم ہوا، انھوں نے بے دریغ اس بازی کے لیے بھی آستینیں چڑھالیں۔''

چند سطور بعد لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے خواب میں ایک اشارے کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کو ذبح کر دینے کا حکم دے دیا، نہ اس کی علت وحکمت واضح فرمائی، نہ اس کا اجر وانعام بیان فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چاہتے تو اس خواب کو صرف خواب کا درجہ بھی دے سکتے تھے اور چاہتے تو اس کی کوئی تعبیر بھی نکال سکتے تھے۔ لیکن جس طرح اس کائنات کی ہر چیز خدا کے کلمہ ''کن''

کی تعمیل کرتی ہے، اس کو نہ تو اس کے فلسفہ سے بحث ہوتی ہے نہ اس کے اجر وثواب سے، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ربّ کے ہر کلمہ کی تعمیل کی، نہ اس کا فلسفہ پوچھا نہ اس کا اجر وثواب معلوم کیا۔ حکم ہوا آگ میں کود پڑو، کود پڑے۔ حکم ہوا قوم وطن چھوڑ دو، چھوڑ دیا۔ حکم ہوا بیٹے کی گردن پر چھری چلا دو، اس کو پچھاڑ دیا۔ یوں تو ان امتحانات میں سے ہر امتحان نہایت کٹھن تھا لیکن خاص طور پر بیٹے کی قربانی والا امتحان تو ایک ایسا امتحان تھا جس پر پورا اترنا تو الگ رہا، اس کا تصور بھی ایک عظیم امتحان تھا۔'' [تدبر القرآن، ج:۱، ص:۳۲۵]

مولانا اصلاحی کے الفاظ سے بھی یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب کوئی تمثیلی نوعیت کا خواب نہیں تھا۔ اور نہ ہی اس سے مقصد حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نذر کرنا اور تولیت کعبہ کے لیے وقف کرنا تھا۔ بلکہ خواب میں حکم یہ تھا کہ بیٹے کی گردن پر چھری چلائی جائے۔ ہم نے مولانا اصلاحی کا یہ اقتباس صرف اس لیے دیا ہے کہ اس سے فراہی برادری کو اطمینان ہوسکے۔ کیوں کہ ان کے ہاں اعتبار ''استاد فراہی'' کا ہے یا ''استاد اصلاحی'' کا۔ پوری امت ایک طرف ہوا استاد اصلاحی ایک بات فرمادیں تو بس ''مستند ہے ان کا فرمایا ہوا۔''

یہاں چند باتیں مزید بحث طلب ہیں۔ پہلی یہ کہ علامہ شبلی نے فرمایا ہے کہ ''تورات میں جا بجا قربانی کا لفظ ان معنوں میں آیا ہے'' مگر امر واقع یہ ہے کہ اس کی کوئی ایک دلیل بھی انھوں نے ذکر نہیں کی کہ تورات میں قربانی پر نذر کا اطلاق ہوا ہے۔ بلکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے حوالے سے تورات میں صراحت ہے کہ حکم سوختنی قربانی کا تھا۔ چناں چہ پیدائش کا باب ۲۲ ملاحظہ ہو جس میں ذکر ہے کہ

''وہاں اسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا۔'' [آیت نمبر ۲]

''ابراہیم نے سوختنی قربانی کے لیے لکڑیاں لے کر اپنے بیٹے اسحاق پر رکھیں اور آگ اور چھری اپنے ہاتھ میں لے لی اور دونوں اکٹھے روانہ ہوئے۔'' [آیت نمبر ۶]

''وہاں ابراہیم نے قربان گاہ بنائی اور اس پر لکڑیاں چنیں اور اپنے بیٹے اسحاق کو باندھا اور اسے قربان گاہ پر لکڑیوں کے اوپر رکھا اور ابراہیم نے ہاتھ بڑھا کر چھری لی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے تب خداوند کے فرشتہ نے اسے آسمان سے پکارا اے ابراہیم! اے ابراہیم! اس نے کہا میں حاضر ہوں۔ پھر اس نے کہا تو اپنا ہاتھ لڑکے پر نہ چلا اور نہ اس سے کچھ کر کیوں کہ میں اب جان گیا کہ تو خدا سے ڈرتا ہے۔ اس لیے کہ تو نے اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا ہے مجھ سے دریغ نہ کیا۔ اور ابراہیم نے نگاہ کی اور اپنے پیچھے ایک مینڈھا دیکھا جس کے سینگ جھاڑی میں اٹکے ہوئے تھے۔ تب ابراہیم نے جا کر اس مینڈھے کو پکڑا اور اپنے بیٹے کے بدلے سوختنی قربانی کے طور پر چڑھایا۔'' [آیت ۹ تا ۱۳]

اس باب میں کئی بار ''سوختنی قربانی'' کا ذکر آیا پھر اکلوتے بیٹے کے بدلے ہی ''سوختنی قربانی'' کا ذکر ہوا۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کا ذکر تو اہل تورات کی بہرنوع تحریف ہے کہ تورات کے ناقابل تردید بیان سے وہ اکلوتے ثابت نہیں ہوتے، ان سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوچکی تھی جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی برس تھی۔ [پیدائش، ب:۱۷، آیت:۱۶]

اور جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال تھی۔ [پیدائش، ۲۱۔۵]

سوختنی قربانی کی صراحت کے باوجود حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کو نذر یا تولیت کعبہ کے مفہوم میں لینے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

دوسری یہ کہ علامہ شبلی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حق میں خدا سے جو دعا کی وہ ان لفظوں میں تھی۔

لیت اسماعیل یعیش امامك ۔

''کاش اسماعیل تیرے سامنے زندگی کرتا۔'' اس خواہش کے

مطابق ان کو خواب میں تمثیلی پیرایہ میں حکم دیا کہ وہ بیٹے کی قربانی کریں۔ [سیرۃ النبی، ص:۱۰۱]

تورات کے جس بیان کے حوالے سے انھوں نے فرمایا ہے کہ بیٹے کی قربانی کا حکم تمثیلی پیرایہ میں تھا۔ اسی سے مولانا فراہی نے بھی یہی استدلال کیا ہے۔ چناں چہ لکھتے ہیں:

''یہ تیرے حضور یا تیرے آگے کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ وہ خداوند کی خدمت اور اس گھر کی چاکری کے لیے خاص کردیے گئے تھے، ورنہ یہ فرمانے کا کیا موقعہ تھا کہ ''تیرے حضور جیتا رہے گا'' اس کے معنی تو یہی معلوم ہوتے ہیں کہ وہ خداوند کے حضور میں حاضر باشی اور اس کے گھر کی خدمت کے لیے وقف تھے اور یہی قربانی کی اصل حقیقت ہے۔''

[ذبیح کون ہے؟، ص:۳۳]

تورات کا یہ بیان پیدائش، ب:۱۷، آیت:۱۸ میں ہے۔ جس کا ترجمہ اہل تورات نے یوں کیا ہے: ''ابراہیم نے خدا سے کہا کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے'' تورات ہی میں صراحت ہے کہ یہ کلمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تب فرمایا جب انھیں حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی گئی تھی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمان کہ ''کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے'' کیا مفہوم رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام سے انتہائی محبت کا اظہار ہے۔ محاورہ میں جیسے ہم کہتے ہیں کہ ''کاش یہی زندہ رہے'' بشارتِ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بعد اس کا تقاضا یہی ہے۔ اور یہی بات مولانا فراہی نے بھی سمجھی ہے۔ چناں چہ لکھتے ہیں:

''جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت ملی ہے اس وقت بھی انھوں نے ایک ایسی بات فرمائی جس سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ ان کی بے پایاں محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس نعمت گراں مایہ کو پا کر دنیا کی تمام خواہشوں سے بالکل بے نیاز ہوگئے تھے۔ کتاب پیدائش: ۱۷، ۱۸ میں ہے ''اور ابراہام نے خدا سے کہا کہ کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے۔'' یہ فقرہ وہ اس وقت فرماتے ہیں جب ان کو ایک دوسرے بیٹے کی ولادت کی بشارت مل رہی ہے۔ اور پھر غور کیجیے اس کی زندگی اور اس کی بقا کے لیے وسیلہ کیسا ڈھونڈتے ہیں؟ ''تیرے حضور جیتا رہے'' اس فقرہ میں محبت کا جو جذبہ چھپا ہوا ہے اس کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟ جوش محبت کی بے تابیوں کا یہ عالم ہے کہ اس کو چھپانے پر کسی طرح قادر نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ خدا کے حضور بھی اس کو ظاہر کردیتے ہیں۔'' [ذبیح کون ہے؟، ص:۲۲]

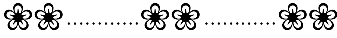
یہ تو قصہ ہوا تورات کا مگر قرآنِ پاک کے سیاق سے عیاں ہوتا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ ہوچکا تھا۔ بلکہ تورات میں اکلوتے بیٹے کی قربانی کا حکم بھی بجائے خود اس کا مؤید ہے۔ ورنہ حضرت اسماعیل اکلوتے بیٹے کیسے رہے؟ لہٰذا جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ پہلے ہوچکا تو اس کے بعد کہے گئے ''کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے'' جملے کے بارے میں علامہ شبلی کا کہنا کہ ''اسی خواہش کے مطابق ان کو خواب میں تمثیلی پیرایہ میں حکم دیا گیا کہ وہ بیٹے کی قربانی کریں'' کسی اعتبار سے بھی درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔ قربانی کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کی تولیت کے لیے وقف کرنا تو سمجھ میں آتا ہے اور اس پر

کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ مگر تولیت کعبہ کی ''خواہش'' کو ہی اصل قربانی قرار دینا درست نہیں۔ بالخصوص جب کہ بیت اللہ کی تعمیر بھی ظاہر ہے کہ واقعہ ذبیح کے بعد ہوئی۔ اس سے پہلے تولیت کعبہ اور اس گھر کی چاکری کے لیے خاص کر دینے کے کیا معنی؟

ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی صاحب نے بھی علامہ شبلی کے اس موقف پر تعاقب کیا ہے بلکہ تورات کے بعض بیانات سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ''خداوند کے حضور'' کے الفاظ نذر کے لیے ہی استعمال نہیں ہوتے، بلکہ اگر یہ ثابت ہو جائے تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی قربانی کی حقیقت ہے۔ نذر الگ چیز ہے اور قربانی دوسری چیز، اس لیے یہ کیوں کر کہا جا سکتا ہے کہ نذر ہی قربانی ہے۔ تفصیل کے لیے ان کی کتاب ''مولانا شبلی نعمانی بحیثیت سیرت نگار، ص: ۱۷۷، ۱۸۵'' ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ شبلی اور مولانا فراہی ہی نہیں یہی بات افسوس ہے کہ ایک دور میں علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے کہی۔ چناں چہ معارف، مارچ ۱۹۳۷ میں ذبح عظیم کے عنوان سے انھوں نے ایک مضمون لکھا جس میں انھوں نے اپنے استادِ محترم کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کو تمثیلی قرار دیا اور فرمایا:

> ''درحقیقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو خواب دکھایا تھا وہ تمثیلی تھا۔ یعنی یہ کہ وہ اپنے بیٹے کی قربانی کر رہے ہیں۔ اس کے معنی یہ تھے کہ وہ اس کو ہمیشہ کے لیے خدا کی راہ میں خانہ کعبہ کی خدمت گزاری اور دین حنیف کی تبلیغ کے لیے خدا کی راہ میں قربان کر دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فدا کاری کے سچے جوش میں اس خواب کو حقیقی سمجھا اور چلے اپنے اکلوتے بیٹے کو خدا کی راہ میں واقعی جسمانی طور سے قربانی کرنے۔ مکہ کے پاس پہنچ کر بیٹے کو قربان گاہ پر چڑھا کر چاہا ہی تھا اس کے گلے پر چھری پھیر دیں کہ بارگاہ قدس سے ندا آئی ﴿صدقت الرویا﴾ اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ اور اب خداوند حق نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وحی سے مطلع فرمایا کہ یہ خواب حقیقی نہیں تمثیلی تھا، اور حضرت اسماعیل کی جسمانی قربانی نہیں بلکہ روحانی قربانی مقصود ہے اور یہ جانور کی جسمانی قربانی اس روحانی قربانی کی تمثیل ہے۔''



سالانہ دینی تبلیغی اجتماع برائے خواتین

جامعہ محمدیہ قدوسیہ (شعبہ تعلیم البنات) کوٹ رادھا کشن کا سالانہ اجتماع برائے خواتین ۲۴ فروری ۲۰۰۸ صبح نو بجے نمازِ عصر تک منعقد ہو رہا ہے۔ نامور مبلغات ومعلمات قرآن وسنت کی روشنی میں خطاب کریں گے۔ اس موقع پر سالانہ امتحانات کے نتائج کا اعلان اور شاندار پوزیشن حاصل کرنے والی طالبات میں تقسیم انعامات کا پروگرام بھی ہوگا۔

[انچارج شعبہ تعلیم البنات، جامعہ محمدیہ قدوسیہ کوٹ رادھا کشن ضلع قصور]

قادیانی عقائد پر ایک نظر

مولانا خاور رشید، دارالعلوم المحمدیہ، لوکو ورکشاپ

تاریخ اسلام ایسے اشخاص سے بھری پڑی ہے جنھوں نے دین حنیف کے بجائے دین ابلیس کی دعوت عام دی اور اسلام کے بنیادی عقائد ونظریات کو مسخ کر کے عقائد باطلہ رنگ برنگی جھنڈیوں اور چاندی کے ورق لگا کر مسلم عوام کے سامنے رکھے۔

مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، حسن بن صباح وغیرہ اسی سلسلے کی چند کڑیاں تھیں۔ اسی مشن کو آگے چلاتے ہوئے گورنمنٹ انگلشیہ نے اپنے پرانے وفادار خاندان سے مرزا غلام احمد قادیانی کو چنا۔ جس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کی صفیں درہم برہم کرنے کی بھرپور کوشش کی اور سامراجی حکومت کو طاقت وقوت مہیا کی۔

مسلم علماء نے تحریری اور تقریری ہر دو طرح اس کا پردہ چاک کیا اور متفق ہو کر اسے اور اس کے پیروکاروں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔

اس کا سہرا جرنیل اہل حدیث مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے سر ہے۔ (یہ فتویٰ کتابی شکل میں مارکیٹ سے دستیاب ہے۔)

اس فئہ کافرہ کے چند غیر اسلامی عقائد الاعتصام ۲۰۰۶ء، شمارہ نمبر: ۱۱،۱۴،۱۵ میں قارئین کی نظر سے گزر چکے ہیں۔

مسیلمہ پنجاب اور اس کے حواریوں کے باطل عقائد کا بقیہ مسودہ دفتر الاعتصام میں نظروں سے اوجھل ہو جانے کی وجہ سے قارئین تک نہ پہنچ سکا جواب پیش خدمت ہے۔ لیکن یاد دہانی کے لیے مذکورہ شماروں کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

①...... ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ ہر طرح کے نقائص وعیوب اور مخلوق کی ضروریات سے مبرا ہے۔ اکیلا ہے، نہ اس کی اولاد ہے نہ والدین۔ تعطیل وتشبیہ اور تجسیم سے پاک ہے لیکن قادیانی متنبّی اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق کی حاجات، خطاء وصواب، نسیان وتشبیہ حتی کہ اولاد ثابت کرتا ہے۔

②...... نظریہ حلول بھی قادیانی عقائد میں شامل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کسی انسان کے اندر آ جاتا ہے۔

③...... قرآن وحدیث اور اجماع امت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ افضل البشر اور خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی، ظلی ہو یا بروزی۔

لیکن قادیانی متنبّی نے مختلف مدارج طے کر کے اپنے آپ کو نبوت کے مقام پر لا کھڑا کیا حتی کہ اپنے آپ کو تمام نبیوں ورسولوں سے افضل گردانا۔

④...... قرآن وحدیث اسلام کی نظر سے نہیں بلکہ اب مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی کی نظر سے دیکھے اور پرکھے جائیں گے اور ان کا معنی ومفہوم وہ لیا جائے گا جو قادیانی متنبّی نے بتایا ہے نہ کہ وہ جو صحابہ وتابعین، سلف صالحین نے بیان کیا ہے۔

⑤...... مسلمانوں کا اجماع ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں آنے والی ایک رات ہے جس میں عبادت ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے۔ لیکن قادیانی عقیدے کے مطابق اس سے ظلماتی زمانہ مراد ہے۔

⑥...... آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے سجدہ کیا جیسا کہ قرآن اس پر ناطق ہے۔ لیکن قادیانیت اسے ایک قانون قرار دیتی ہے کہ جو اللہ

تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں پر جاری کرتا ہے۔ یعنی فرشتے اس پر آسمانی انوار لے کر اترتے ہیں اور صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

⑦...... چوں کہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا اس لیے حضرت جبریل علیہ السلام کا وحی نبوت لانا بھی منقطع ہو چکا ہے۔ لیکن مرزائیوں کے بقول حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر مرزا قادیانی پر آتے رہے ہیں۔

⑧...... مرزا غلام احمد قادیانی پر نازل ہونے والے شیطانی الہام کو یہ لوگ قرآنِ مجید اور دیگر کتب الٰہیہ کے برابر مقام دیتے اور سمجھتے ہیں۔ نیز اسے بیس پاروں میں تقسیم مانتے ہیں اور مکمل مجموعہ کو الکتاب المبین کا نام دیتے ہیں۔ اب آگے ملاحظہ فرمائیں!

ستارے:

یونانی فلاسفروں اور وید کے پیروکار ہندوؤں کی طرح مرزا غلام احمد قادیانی بھی ستاروں کے لیے نفوس وارواح ثابت کرتا ہے اور فلاسفہ کی طرح ان ارواح کو ملائکہ (فرشتے) قرار دیتا ہے۔ نیز یہ بھی عقیدہ رکھتا ہے کہ فرشتے کبھی بھی ان ستاروں سے الگ نہیں ہو سکتے اور شریعت اسلامیہ میں جبریل کا نزول اور ملک الموت کا آنا یا دیگر فرشتوں کا کوئی بھی کام کرنا جو ثابت ہے بذاتِ خود نہیں کرتے بلکہ ان کی تاثیرات سے یہ کام ہوتے ہیں۔

اپنی تصنیف توضیح المرام میں لکھتا ہے:

''اس جگہ اس بات کا بیان کرنا بھی بے موقع نہ ہوگا کہ جو کچھ ہم نے روح القدس اور روح الامین وغیرہ کی تعبیر کی ہے یہ درحقیقت ان عقائد سے جو اہل اسلام ملائکہ کی نسبت رکھتے ہیں منافی نہیں ہے۔ کیوں کہ محققین اہل اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ ملائکہ اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانوں کی طرح زمین پر اترتے ہیں (بالکل جھوٹ کیوں کہ محققین اہل اسلام اس کے قائل نہیں) اور یہ خیال ببداہت عقل باطل بھی ہے۔ مثلاً فرشتہ ملک الموت جو ایک سیکنڈ میں ہزارہا لوگوں کی جانیں نکالتا ہے، جو مختلف بلاد وامصار میں ایک دوسرے سے ہزاروں کوسوں کے فاصلے پر رہتے ہیں اگر ہر ایک کے لیے اس بات کا محتاج ہو کہ اول پیروں سے چل کر اس کے ملک اور شہر اور گھر میں جائے اور پھر اتنی مشقت کے بعد جان نکالنے کا اس کو موقع ملے تو ایک سیکنڈ کیا اتنی بڑی کارگزاری کے لیے تو کئی مہینوں کی مہلت بھی کافی نہیں ہو سکتی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص انسانوں کی طرح حرکت کر کے ایک طرفۃ العین میں یا اس کے کم عرصہ میں تمام جہان گھوم کر چلا آئے، ہرگز نہیں۔'' [ص:۲۹]

اسی کتاب کے صفحہ ۴۰ پر لکھتا ہے:

''قرآنِ شریف سے ثابت ہے کہ یہ سیارات اور کواکب اپنے اپنے قالبوں کے متعلق ایک روح رکھتے ہیں جن کو نفوسِ کواکب سے بھی نامزد کر سکتے ہیں۔''

نیز صفحہ ۳۲ پر لکھتا ہے:

''اسی طرح روحانیات سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائکہ اللہ کا ان کو لقب دیں۔''

شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور قادیانی کا نفوس فلکیہ وارواح کواکب کو ملائکہ کہنا بھی فلاسفہ کا احداث ہے جو فلسفہ کے ساتھ اسلام کے قائل ہیں انھوں نے فلسفہ کو اسلام سے ملایا ہے اور تن زیب میں گاڑھے کا پیوند لگانا چاہا ہے۔ کتاب اللہ وسنت میں کہیں اس مذہب کا ثبوت پایا نہیں جاتا۔''

[پاک وہند کے علمائے اسلام کا اوّلین متفقہ فتویٰ، ص:۴۷]

اس نظریہ پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ اور دیگر آسمانی مذاہب میں یہ بات ملتی ہے کہ انبیاء اپنے پاس آنے والے فرشتوں کی شکلیں اور صورتیں دیکھتے ہیں اگر فرشتے ستاروں سے الگ نہیں ہو سکتے تو زمین پر انبیاء نے ان کی شکلیں کیسے دیکھ لیں۔

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی ایک اور غیر اسلامی نظریہ پیش کرتا ہے کہ انبیاء کو فرشتوں کی جو شکل وصورت نظر آتی ہے وہ عکسی تصویر ہوتی ہے جو ان کے خیال میں متمثل ہوجاتی ہے جیسے آئینہ دیکھنے والے کی صورت متمثل ہوجاتی ہے۔

[ملخص توضیح المرام،ص:۷۰]

اہل جاہلیت، فلاسفہ، نجومیوں، ہندوؤں اور مجوسیوں کی طرح مرزا غلام احمد قادیانی بھی ستاروں کی تاثیر کا قائل ہے۔

توضیح المرام میں لکھتا ہے:

''غرض یہ نہایت سچی ہوئی اور ثبوت کے چرخ پر چڑھی ہوئی صداقت ہے کہ تمام نباتات اور جمادات اور حیوانات پر آسمانی کواکب کا دن رات اثر پڑ رہا ہے۔'' [ص:۳۴،۳۵]

حالاں کہ شریعت اسلامیہ نے اس قسم کا نظریہ رکھنے والے کو کافر قرار دیا ہے۔ مثلاً مقام حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ نے بارش کے بعد صبح کی نماز پڑھائی تو صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم جانتے ہو ربّ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ صحابہ بولے اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندوں میں سے کوئی مجھ پر ایمان لاتا اور کوئی کافر ہوتا ہے۔ چناں چہ جو یہ کہے کہ ہم پر ربّ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے بارش برسی تو وہ مجھ پر ایمان لانے والا اور ستاروں سے منکر ہے، اور جو یہ کہے کہ فلاں ستارہ کے فلاں مقام پر پہنچنے کے سبب بارش ہوئی ہے تو وہ ستاروں پر ایمان لاتا ہے اور مجھ سے کافر ہے۔

[بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ، رقم: ٤١٤٧]

علم نجوم میں بھی ستاروں کی تاثیر مانی جاتی ہے۔ لہٰذا فرمانِ رسول ہے: جس نے علم نجوم حاصل کیا اس نے جادو کی ایک شاخ اور جزء کا علم حاصل کرلیا جتنا علم میں بڑھتا جائے گا اتنا ہی جادو میں بھی بڑھتا جائے گا۔ [صحیح ابوداؤد البانی، رقم: ٣٩٠٥]

جادو کے متعلق سب متفق ہیں کہ کفر ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا جو انسان اس نظریہ کا حامل ہوگا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

امام نووی اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جو یہ کہے کہ فلاں ستارہ کے سبب بارش ہوئی اس کے کفر کی تفسیر میں علماء کے دو قول ہیں: اوّل یہ کہ ایسا انسان دائرہ اسلام سے خارج ہے اور یہ اس کے متعلق ہے جو اعتقاد رکھے کہ ستارہ بارش کا فاعل اور مدبر ہے۔ اس کی تاثیر سے بارش ہوتی ہے جیسا کہ جاہلیت میں خیال کیا جاتا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ کے کفر کرنے سے کفرانِ نعمت یعنی ناشکری مراد ہے۔ یہ قول اس شخص کے حق میں ہے جو ستارہ کو مدبر و مؤثر نہ سمجھے یعنی صرف تاثیر خداوندی کے ظہور کی علامت خیال کرے۔

[ملخص از شرح مسلم، ج:۱،ص:۵۹]

یہی بات حافظ ابن حجر فتح الباری ج:۲،ص:۴۳۴ پر لکھتے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کا کفر حقیقی ہے یا کہ بمعنی ناشکری تو تفصیلی بحث کے بعد شیخ الکل اس کے متعلق فرماتے ہیں:

اور یہ بات ظاہر ہے کہ پرانے فلسفی اور قادیانی ان کواکب کو صرف علامات نہیں سمجھتے بلکہ ان کو مؤثر جانتے ہیں اور ان کی تاثیرات کے قائل ہیں۔ لہٰذا ان کا اعتقاد وہی اعتقاد ہے جس کو عبارات مذکورہ میں حقیقی کفر کہا گیا ہے۔ [اولین فتویٰ،ص:۵۵] [جاری ہے]



عظمت قرآن کانفرنس

مولانا محمد سعید سلفی مرحوم ماچھی کے ضلع شیخوپورہ کے پوتے حافظ ابوبکر عبداللہ نے گزشتہ دنوں قرآنِ کریم حفظ کیا۔ اس پر مسرت یاد میں عظمت قرآن کریم کانفرنس جامع مسجد مکی اہل حدیث تنگل ساہداں مرید کے میں ۲۴ فروری بروز اتوار کو منعقد ہوگی۔

مولانا عبدالعزیز راشد، حافظ عبدالرزاق سعیدی، قاری محمد حنیف ربانی ودیگر خطاب کریں گے۔

[حافظ محمد عبداللہ ثاقب، خطیب مسجد ہذا]

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

ذہن کی پراسرار قوتیں

تالیف: غلام مصطفیٰ مہر

ضخامت: ۱۶۸ صفحات

قیمت: ۱۴۰/- روپے

ناشر: دارالشعور، ۳۷ مزنگ روڈ، بک سٹریٹ لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیر تبصرہ کتاب جناب غلام مصطفیٰ مہر کی ایک اچھوتی تالیف ہے۔اس کتاب کے مندرجات وعملیات کو ذہنی ورزش کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔مؤلف کے خیال کے مطابق انسان کوئی بھی کام کرنا چاہے مثلاً اپنی کامیابی وکامرانی والی زندگی گزارنا چاہے یا کوئی ایسا کام انجام دینا چاہے جو اُس کی ذہنی سوچ کے مطابق ہو تو وہ کام تقریباً ہو جاتا ہے۔مؤلف نے مزید لکھا ہے کہ ایک ذہن سے دوسرے ذہن تک رسائی اور پیغام رسانی بذریعہ عقلی وذہنی کوشش نہایت آسان ہے۔ جب بندہ کسی دوسرے ذہن کو کوئی پیغام دینا چاہتا ہو تو اس کا تصور کرکے یہ کام کرسکتا ہے، یعنی تصور کرنے سے جیسے چاہے اپنی سوچ دوسرے کی سوچ میں منتقل کرسکتا ہے۔

ہمارے علم کے مطابق سوچ کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو وہ سوچ ہے جو مثبت پہلو لیے ہوئے ہو یعنی کسی آدمی کی یہ سوچ ہے کہ میں ایک مکان بنانا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے اسے اپنی کامیابی کے لیے محنت کرنا ہوگی اور وہ اپنی سوچ کے مطابق محنت کرتے چلا جاتا ہے اور ایک نہ ایک دن وہ اپنے کام کو انجام دے ہی جاتا ہے۔ دوسری سوچ منفی پہلو لیے ہوئے ہے اور وہ سوچے کہ راتوں رات امیر کبیر ہو جائے اور عملی طور پر کچھ بھی نہ کرے کرائے تو اس کی سوچ تو محض ''شیخ چلی'' کی سوچ ہی کہلائے گی۔

اسی طرح آدمی سوچتا رہے کہ میرا دشمن ہلاک ہو جائے یا اس کا بنا بنایا کام برباد ہو جائے تو وہ منصوبہ کیسے انجام پائے گا؟ آج بش ہی کو لے لیں بے شمار مسلمان اس نے اپنے دورِ حکومت میں مروائے ہیں کم ازکم اس کی سوچ ہی بدل دینی چاہیے۔

اس ضمن میں ہمیں دعا کرنی پڑے گی اور اس دعا کے اثرات اور نتیجہ کے لیے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں امید ویقین ہی کرنا پڑے گا۔ باقی رہے مخفی علوم وطریقے جو آج کل ہمیں استخارہ ومراقبہ، خلوت میں جا کر ذہن یکسو کرکے حالات بدلنا عام نظر آرہے ہیں جن کا نتیجہ اپنی اپنی سوچ کے مطابق لے لیا جاتا ہے۔

ذہن کی قوتوں کو جگانا اور ذہنی محنت کرنا کوئی معیوب بات نہیں۔ یہ ذہنی استعمال ہی تو ہے کہ آج اتنی ترقی ہمیں نظر آرہی ہے کہ دس، بیس برس قبل سائنسی طور پر نہ موبائل فون عام تھا، نہ انٹرنیٹ تک رسائی عام تھی، نہ اتنے سائنسی آلات ہمیں نظر آتے تھے۔لیکن آج سائنسی ترقی یہاں تک ہوگئی ہے کہ ہر فرد وبشر حیران کن ماحول دیکھ رہا ہے۔

مذکورہ کتاب کے مصنف نے ذہنی ورزش پہ مبنی یہ کتاب مرتب کرکے علومِ اسرار میں ایک اضافہ کیا ہے۔

اس کتاب کے چار ابواب ہیں۔ان ابواب میں مختلف زاویہ عمل دیے گئے ہیں۔مثلاً شعور، لاشعور، تحت الشعور اوران کی طاقتیں۔آپ کیا بننا چاہتے ہیں، کامیابی کا تصور، قوتِ حافظہ بڑھایے، ذہنی قوت کیسے کام کرتی ہے؟ کائنات میں ذہنی قوت کے راز وغیرہ موضوعات اس کتاب کی زینت ہیں۔

ہر آدمی کی ذہنی صلاحیت اور شعور الگ ہوتا ہے۔اس میں نہ تو تمام آدمی برابر ہیں اور نہ ہی سب لوگ اپنی اپنی سوچ پر یکجا ہیں۔ یہ کتاب پڑھ کر بندہ کوشش اور ذہنی ورزش ہی کرسکتا ہے۔ کامیابی وکامرانی کے لیے قسمت میں کیا لکھا ہے، یہ انسان کا خالق وپروردگار ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کے حکم کے بغیر تو ایک پتّا بھی نہیں ہل سکتا۔ بہرحال یہ کتاب ایک اسراری علم پہ مبنی ہے۔ پڑھیں اور آزمائیں۔



حافظ محبوب عالم وفات پا گئے

جمعیت اہل حدیث لاہور کے بزرگ رہنما، دار الدعوۃ السّلفیہ کے تاسیسی رکن اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے احباب میں سے ایک جناب حافظ محبوب عالم ۱۸۔محرم الحرام ۱۴۲۹ھ بروز پیر وفات پا گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم لاہور میں جمعیت اہل حدیث کے بانی ارکان میں سے تھے۔ایک طویل عرصے تک جمعیت کے سیکرٹری نشر واشاعت رہے۔مسلک اہل حدیث کی ترویج وتبلیغ میں ہمیشہ ہراول دستے کے راہرو تھے۔اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کی گراؤنڈ میں نماز عیدین کی ابتدا بھی انھوں نے ہی کروائی تھی۔ بڑے ہی باکباز وملن سار شخصیت کے مالک تھے۔ جماعۃ الدعوۃ پاکستان کے میڈیکل مشن کے سربراہ جناب ڈاکٹر احمد داؤد مرحوم کے بھتیجے ہیں۔قارئین سے گزارش ہے کہ مرحوم کی دینی ومسلکی خدمات کے پیش نظر ان کی مغفرت وبلندئ درجات کی دعا فرمائیں۔

اللھم اغفرلہٗ وارحمہٗ وعافہٖ واعف عنہٗ

[عمران حمید مرزا، مرزا عبدالحمید پرنٹنگ پریس، نزد دفتر یونین کونسل نمبر ۷۳، اردو بازار لاہور]

حاجی محمد یعقوب کانگو کی وفات

میاں عبدالرحمٰن مغل، عبدالغفور، منظور احمد مغل کے والد گرامی حاجی محمد یعقوب کانگو ۲۸۔جنوری ۲۰۰۸ کو انتقال فرما گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم تہجد گزار، مہمان نواز اور ہر دل عزیز شخصیت تھے۔نماز جنازہ مولانا حافظ عبدالرزاق سعیدی آف فاروق آباد نے پڑھائی۔نمازِ جنازہ میں سینکڑوں احباب نے شرکت کی۔ [حکیم محمد یحیٰ عزیز ڈاھروی]

دعائے صحت

ہمارے والد محترم حاجی محمد حیات (حسین ایگریکلچرل انڈسٹریز کچہری روڈ جھنگ) شدید علیل ہیں۔شوگر کی وجہ سے بہت کمزور ہو چکے ہیں۔ قارئین دعا فرمائیں اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں صحت کاملہ عاجلہ اور ہمیں ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق نصیب فرمائے۔

[عبدالقدوس بن محمد حیات خان خادم مسجد ومدرسہ اہل حدیث گلشن کالونی جھنگ صدر]

اجتماع برائے خواتین

جامعہ اثریہ للبنات مشین محلّہ نمبر۱، جہلم کا اٹھائیسواں عظیم الشان دوروزہ سالانہ اجتماع برائے خواتین ۸، ۹ مارچ ۲۰۰۸ء بروز ہفتہ، اتوار منعقد ہو رہا ہے۔ملک بھر سے معروف مبلغات خطاب فرمائیں گی، ان شاء اللہ۔اور جامعہ سے فارغ ہونے والی طالبات کو اسناد اور امتحانات میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والی طالبات کو انعامات دیئے جائیں گے۔ نیز ملک بھر سے آئی ہوئی مدارس، کلیات وجامعات کی طالبات کے مابین

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا . [المائدة]

کے موضوع پر تقریری مقابلہ بھی ہوگا۔ نیز ۸ مارچ ۲۰۰۸ء بروز ہفتہ بعد از نماز عشاء شیخ الحدیث مولانا محمد اکرم جمیل صاحب بخاری شریف کی آخری حدیث پر درس ارشاد فرمائیں گے۔اس خالص دینی، اصلاحی وتبلیغی اجتماع میں شریک ہو کر اپنی دین ودنیا کو بہتر بنائیں۔[ناظم مدرسہ ہذا]